ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (المومنون: ۹۶)

یعنی "برائی کو بہترین تدبیر سے دور کر"

دین حنفی کی بنیادی دلائل اسلام کی کتاب اصول الشاشی کی تنقیح و تصفیہ

تصفیۃ اصول الشاشی

محرر الحواشی علامہ محمد ظہیر الدین الربانی المتخرج

المکتبۃ الظاھریۃ

مفہرس تصفیۃ اصول الشاشی

مقدمہ تصفیۃ اصول الشاشی

اللہ کے سوا کوئی مطلق تعریف کا لائق نہیں اور نہ ہی اسکے سوا کوئی آقا و سرپرست ہے اور نہ ہی اسکے سوا کسی کا حکم واجب ہے اور نہ ہی اسکے سوا کوئی اشیاء کا مالک ہے اور مخلوق کو تو بس ان کو اشیاء استعمال کرنے کی اجازت ہے اور اس نبی پر اسکی رحمت ہے جس پر اس نے قرآن کتاب کی صورت میں اتارا محمد رسول اللہ تاکہ وہ دیگر انسانوں کو صاف صاف اس مبارک کتاب کی تبلیغ کردیں۔

ہماری یہ کتاب اصول الشاشی کے تعقب اور نظر میں ہے اصول الشاشی یہ ایسی کتاب ہے جو ہمارے ملک پاکستان میں اکثر جامعات میں تعلیم دی جاتی ہے کیونکہ یہاں اکثر جامعات حنفیوں کے ہیں اور اہل حدیث جامعات میں بھی یہ پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ حنفیوں کا رد کرسکیں وغیرہ یہ دین حنفی کے اصولوں پر مشتمل ہے اور ہماری یہ کتاب جس میں ہم اصول الشاشی کی ان باتوں پر غور و فکر اور انکا تعقب کریں گے جو اسکے لائق ہیں اور ان باتوں کی تصدیق اور انھیں مزید مدلل کریں گے جو اس کے لائق ہیں اور ہم اللہ کی کتاب کو فیصل و گواہ بنائیں گے جس سے ہم صحیح و غلط کا فیصلہ کریں گے اسکے فیصل اور حاکم ہونے میں کسی مسلم کا اختلاف نہیں ہے۔

یاد رہے یہ جو دین حنفی کے اصول بنائے گئے ہیں انکا ابو حنیفہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ان کے طرف سے استدلال کے کوئی اصول منقول نہیں ہیں اس بات کا اقرار خود حنفی کرتے ہیں کہ ان کے امام کی طرف سے صرف مسائل منقول ہیں دلائل اسلام منقول

نہیں ہیں ابو حنیفہ کی فکر میں ادلہ اسلام کیا ہونگے اسکا اندازہ انھوں نے مسائل منقولہ سے لگانے کی کوشش کی ہے انھیں یقین نہیں ہے لیکن دین شافعی میں ایسا نہیں ہے امام شافعی کی طرف منسوب کتابوں میں صاف استدلالات کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کے دلائل کتنے اور کون کون سے ہیں اور فروع پر بھی حضرت شافعی رحمہ اللہ کی کتاب پائی جاتی ہے لیکن افسوس کہ ان لوگوں کے طرف سے ممانعت منقول ہونے کے باوجود لوگوں نے ان حضرات کی عبادت و تابعداری شروع کی جسطرح حضرت عیسی کی وفات کے بعد انکی عبادت کی اور اب تک ہوتی ہے یہ ان کی تابعداری کرتے ہیں جس کا حقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں خیر اب ہم اصول الشاشی کی تنقیح و تہذیب شروع کرتے ہیں۔

مقدمہ اصول الشاشی

اصول الشاشی کے مقدمے میں ہے کہ "دین اسلام کے دلائل چار ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اور اجماع امت اور قیاس"

(میں کہتا ہوں) یہ دعوی غلط ہے کیونکہ اللہ کی کتاب اسے جھٹلاتی ہے اس کے مطابق کتاب اللہ قرآن اسلام کی دلیل ہے اور سنت رسول کتاب اللہ کے تابع اور غیر مستقل دلیل ہے اور سنت رسول یعنی جس اصول کے مطابق رسول اللہ دین پر عمل کرتے تھے وہ بس قرآن مجید کی پیروی کرنا ہے جو کہ اللہ نے نبی پر نازل کیا تو حقیقت میں سنت رسول بھی کتاب اللہ پر عمل کرنے کا نام ہے دونوں ایک ہی شیءء ہیں تو سنت رسول کو دلیل ماننا کتاب اللہ کے ہدایت کے لئے کافی ہونے کے منافی نہیں ہے۔اب ہم اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے کتاب اللہ سے دلیلیں پیش کریں گے اگرچہ ہم اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب لکھ چکے ہیں بنام "معرفت ظاہر اور مقام حدیث " اور " فقہ القرآن الحکیم "کی ابتدا میں اوریہاں بھی پیش کردیتے ہیں :

محمد رسول اللہ کا شرعی مقام اور کفایت قرآن:

قرآن سے جگہ جگہ اللہ کے رسول کی حیثیت تو واضح کیا ہے کہ ان پر صرف صاف صاف تبلیغ کرنا فرض تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ اللہ کے اتارے ہوئے دین اسلام میں تشریحی اضافے کرتے ہوں وہ قرآن میں تشریحی اضافہ نہیں کرتے تھے جو بھی کہتے تھے اللہ کی وحی قرآن سے ہی کہتے تھے اور اسھی کے مطابق زندگی گذارتے تھے اسے ہی سنت رسول اور حدیث رسول کہتے ہیں یہ کوئی الگ سے دین نہیں ہے اور نہ ہی دین میں اضافی تفصیل ہے بلکہ دین کی ہر بات کی تفصیل تو قرآن ہے۔اس پر ہم چند قطعی دلیلیں دیں گے باقی اس موضوع پر ہم ایک مدلل کتاب لکھ چکے ہیں جسکا نام" معرفت ظاہر اور مقام حدیث "ہے اور یہ کتاب طباعت کے ساتھ ساتھ نشر بھی ہوچکی ہے اسکے طرف رجوع کرنا بھی مفید ہے اس میں دلیلیں کھل کر دی گئی ہیں ہم یہاں چند ہی دیں گے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: انکے واقعات میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے یہ کلام گھڑا نہیں جاسکتا بلکہ جو کتاب اس سے پہلے کی ہے اسکی تصدیق کرتا ہے اور ہر بات کی تفصیل کرتا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تسلیم کرنے والوں کے لئے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہر بات کی تفصیل کردیتا ہے اور جب ایسا ہے تو نبی کے فرمان قرآن پر اضافی تشریح کیسے ہوسکتے ہیں وہ تو قرآن کے مطابق ہوتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ (النحل:۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے مسلمین کے لئے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہر بات کو صاف صاف بتادیتا ہے اور جب ایسا ہے تو نبی کے فرمان قرآن پر اضافی تشریح کیسے ہوسکتے ہیں وہ تو قرآن کے مطابق ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ (بنی اسرائیل:۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر نصیحت کو صاف صاف بتادیا ہے تو اکثر انسانوں نے انکار کردیا سوائے اندھیروں کے۔

اور جب اللہ نے ہر نصیحت کو قرآن مجید سے صاف صاف بتادیا ہے تو باقی خارجی باتوں کی ضرورت نہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ نہیں چھوڑا۔

معلوم ہوا اللہ نے جو بیان کرنا تھا سب کچھ تفصیل سے کتاب اللہ میں ذکر کردیا ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (العنکبوت:۵۱)

ترجمہ: کیا انھیں کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو انھیں پڑھ کر بتائی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ماننے والوں کے لئے۔

معلوم ہوا قرآن ہی ہماری ہدایت و نصیحت کے لئے کافی ہے۔

خیر بے شمار دلیلیں ہیں مزید دلیلوں کے لئے ہماری کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث کا مطالعہ کریں اور ان آیتوں سے بھی علم ہوتا ہے کہ نبی کریم اللہ کی کتاب پر تشریحی اضافہ نہیں کرتے تھے مزید دلیلیں ملاحظہ کریں:

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ (المائدۃ:۹۹)

ترجمہ: اللہ کے پیغمبر پر بات پہنچانے کے سوا کچھ بھی لازم نہیں اور اللہ اسے جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور:۵۴)

ترجمہ: اور اللہ کے پیغمبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (العنکبوت:۱۸)

ترجمہ: اور اللہ کے پیغمبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ (المائدۃ:۹۲)

ترجمہ: تو جان لو کہ ہمارے پیغام لانے والے پر صرف صاف صاف پہنچا دینا لازم ہے۔

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ (النحل:۳۵)

ترجمہ: تو اللہ کے پیغام لانے والوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے!

معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ اور دیگر رسولوں پر تبلیغ کرنا ضروری تھی نہ کہ تشریح کرنا۔

حدیث رسول کی شرعی حیثیت:

اہل روایت ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم حدیث رسول کے منکر ہیں یہ بڑا بھتان ہے کیونکہ ہم حدیث رسول کے اقراری ہے ہاں وہ روایتیں جو نبی کے نام پر ایرانیوں اور منافقوں نے ایجاد کی ہیں ہم الحمد للہ انکے منکر ہیں اور ہر دور میں اللہ کے نیک بندے اسکے مخالف رہے ہیں اور رہیں گے اور جنھیں روایتی حضرات نے حدیث رسول اور دین اسلام کا حصہ مان لیا ہے۔ قرآن کی رو سے نبی کے اقوال و أفعال جنھیں احادیث رسول کہا جاتا ہے وہ اللہ کی کتاب قرآن کے تابع و موافق ہوتے ہیں اس سے ہٹ کر نہیں ہوتے تو جب ایسی کوئی روایت رسول کے نام پر آئے گی جو قرآن پر اضافی دین ثابت کرتی ہو تو وہ رسول کریم پر افتراء ہے اور حدیث وحی نہیں بلکہ اسکی حیثیت تاریخ و ہسٹری کی ہے کہ نبی نے اپنی زندگی کیسے گذاری۔

سنت رسول کی تشریح

سنت طریقہ، ضابطہ و اصول کو کہتے ہیں اور القاموس الوحید میں ہے السنۃ طریقہ خاص، ضابطہ اور سنت رسول یعنی رسول کا ضابطہ و اصول، رسول کا طریقہ اور رسول کا ضابطہ کیا ہے اسکی تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

1) وإذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقرآن غير هذا أو بدله قل ما يكون لي أن أبدله من تلقاء نفسي إن أتبع إلا ما يوحى إلي إني أخاف إن عصيت ربي عذاب يوم عظيم (يونس: 15)

یعنی اور جب انھیں ہماری تشریح شدہ آیتیں پڑھ کر بتائی جاتی ہیں تو جو ہماری ملاقات سے ڈرتے نہیں ہیں وہ کہتے ہیں اسکے سوا دوسرا قرآن لے آیا اس میں ہی تبدیلی کردے کہہ دے میری یہ مجال نہیں ہے کہ میں اپنے پاس سے اس میں تبدیلی کردوں میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی گئی ہے یقینا میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر میں نافرمانی کروں۔

2) اتبع ما أوحي إليك من ربك لا إله إلا هو (الانعام: 106)

یعنی: جو وحی تیرے آقا کی جانب سے تیری طرف کی گئی ہے اسکی پیروی کر اسکے سوا کوئی لائق تابعداری نہیں ہے۔

3) قل إنما أتبع ما يوحى إلي من ربي (الأعراف: 202)

یعنی: کہہ دے میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے آقا کی طرف سے میری طرف کی گئی ہے۔

معلوم ہوا سنت رسول ضابطہ رسول جس پر ہمیں بھی چلنا ضروری ہے وہ ہے صرف و صرف اللہ کی وحی کی پیروی کرنا یہ ہی رسول اللہ کی سنت ہے اور مذکورہ بالا آیت کے عموم میں رسول اللہ کے ساتھ ساتھ ہر انسان شامل ہے جسطرح رسول اللہ کی یہ سنت ہے اسہی طرح ہر انسان کی یہ سنت ہونی چاہئے جو رسول کی ہے اسہی بات کو اللہ نے اس آیت میں بتایا ہے:

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا (الأحزاب: 21)

یعنی: ان کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کی امید کرتے ہیں اور اللہ کا کثرت سے یاد کرتے ہیں رسول اللہ میں بہترین پیروی ہے۔

معلوم ہوا رسول کا جو ضابطہ و سنت ہے ہمارا بھی وہی ہو اسکے خلاف عقیدہ رکھنے والا کہ اللہ کی وحی کے سوا روایتیں اجماع قیاس باپ داداؤں کے اقوال کو معیار وبنیاد ماننے والا سنت رسول کا پیروکار نہیں ہے بلکہ رسول اللہ کے خلاف ایک الگ راہ اور مذہب بنارہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ وہ حق پر ہے۔

کتاب اللہ کے بارے میں بحث

فصل خاص اور عام کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے " کتاب اللہ کے خاص (وہ لفظ جو کسی معلوم معنی یا معلوم ذات پر انفرادی طور پر دلالت کرے) پر عمل کرنا لامحالہ ضروری ہے پھر اگر خبر واحد یا قیاس اسکے خلاف آئیں تو اگر کتاب اللہ کے خاص میں تبدیلی کئے بغیر ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو ان دونوں پر عمل کیا جائے گا ورنہ کتاب اللہ کی تعمیل کی جائے گی اور جو اسکے خلاف ہو اسے ترک کردیا جائے گا "

(میں کہتا ہوں) وہ خاص اللہ کی کتاب کی آیت ہے اور آیت کے ظاہر کے خلاف نہ کسی قیاس کو قبول کیا جاسکتا ہے نہ کسی بھی خبر کو، اگر کبھی یہ صورت حال پیش آئے تو خبر میں ایسا مفہوم نکال لیں جو کتاب اللہ کے موافق و مطابق ہو تاکہ کتاب اللہ کے ظاہر کا انکار نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو اللہ کے کتاب کے مقابل کسی بھی خبر و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں اگرچہ وہ خبر دینے والے بے شمار ہی کیوں نہ ہو اور کتنے ہی ذی مرتبہ ہوں اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ اللہ نے قرآن حکیم کو آسان و واضح کرکے اتارا ہے لہذا اسکے ظاہری معنی کا انکار قرآن کی آیت کا انکار ہے اور اللہ کا کوئی مقابل و شریک نہیں ہے اور اسکی آیت کا انکار کرنا اسکا شریک و مقابل بنانا ہوگا اور روز حساب ناقابل معافی جرم ہوگا لامبدل لکلمات اللہ (الانعام : 34) یعنی " اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے " اللہ نے فرمایا شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان (البقرة : 185) یعنی " ماہ رمضان جس میں قرآن کو اتارا گیا ہے جو انسانوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی صاف و واضح دلیلوں پر مشتمل ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے " وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل: 89) ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے مسلمین کے لئے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور: 54) ترجمہ: اور اللہ کے پیامبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں۔ وكذلك أنزلناه آيات بينات وأن الله يهدي من يريد (الحج : 16) یعنی " اور یوں ہی ہم نے اسے واضح و صاف آیتوں کی صورت میں اتارا اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے " لقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر (القمر) یعنی " ہم قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کرچکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے " فإنما يسرناه بلسانك لتبشر به المتقين وتنذر به قوما لدا (مريم : 97) یعنی " تو ہم نے اسے صرف تیری زبان میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ تو اس سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دے اور اس سے جھگڑالو قوم کو ڈرادے " مزید دلیلوں کے لئے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں اور اس قسم کے دلائل ہم نے اپنی کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث میں جمع کئے ہیں اور کتاب اللہ کے خاص کو کسی خبر وغیرہ سے ترک کرنا اسکے ساتھ کفر ہے۔

اصول الشاشی میں ہے " عام (وہ لفظ جو افراد کی ایک جماعت کو شامل ہو مثلاً " مسلمون " یا " من " اور " ما ") اسکی دو قسمیں 1) وہ عام جس کے بعض افراد خاص نہ کئے گئے ہوں 2) وہ عام جس کے بعض افراد خاص کرلیئے گئے ہوں پہلے عام کا حکم خاص کی طرح ہے کہ اس پر

لامحالہ عمل فرض ہے اور دوسرے عام کے مقابل کوئی خبر واحد یا قیاس آجائے تو ان کے ذریعے ان میں تخصیص ہوسکتی ہے حتی کہ عام میں تین فرد باقی رہ جائیں کیونکہ تین سے کم میں تو عام ہی باطل ہوجائے گا"۔

(میں کہتا ہوں) عام کی یہ تقسیم باطل ہے کیونکہ یہ کتاب اللہ کا عام ہے اور اللہ کا قول و فرمان ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں اور اس میں کسی کی خبر و قیاس سے تبدیلی کرنا کفر و شرک بلکہ اسے ممکن ماننا بھی کفر و شرک ہے کیونکہ وہ شخص اللہ کا مقابل و شریک ممکن ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے (العیاذ باللہ)۔

دوسری دلیل کیونکہ اللہ نے فرمایا لا تبديل لكلمات الله (یونس : 64) یعنی" اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی " تمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم (الانعام : 115) یعنی"تیرے آقا کے کلمات سچائی اور انصاف میں مکمل ہیں اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں اور وہ سننے والا خوب علم والا ہے " ۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ کے فرمان کا عموم کسی اور ذریعے سے خاص ہوسکتا ہو خبر سے یا قیاس سے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اپنی بات صاف صاف نہ بتاسکا اور بات ادھوری چھوڑدی اور کہیں اور سے اسکی تکمیل ہورہی ہے(نعوذ باللہ) یا نبی کریم نے اپنا کام ادھورا کیا کہ صاف صاف اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا لہذا اللہ کے اس فرمان کا عموم خاص ہوسکتا ہے اس میں تخصیص کا احتمال و امکان ہے کہ کوئی قید و شرط اس میں سے چھوٹ گئی ہے حالانکہ اللہ نے فرمایا وكذلك أنزلناه آيات بينات وأن الله يهدي من يريد (الحج : 16) یعنی" اور یوں ہی ہم نے اسے واضح و صاف آیتوں کی صورت میں اتارا اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے " کتاب اللہ میں اس طرح کی بے شمار آیتیں ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی آیات کریمہ واضح و مبین ہوتی ہیں اور جو واضح ہو اس میں کسی قسم کی شرط و قید و تخصیص و تقیید و تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی نبی اسے صاف صاف تبیین کے ساتھ پہنچا چکے ہیں۔

چوتھی دلیل ہے کہ اگر اللہ کے فرمان کے عموم و اطلاق میں تخصیص و تقیید ہوسکتی ہے ان میں شرطیں لگی نہیں ہوتیں تو وہ فرمان گمراہی ہے کیونکہ وہ کلام ادھورا ہے اور ادھوری ہدایت گمراہی ہے ہدایت نہیں حالانکہ قرآن تو سب سے بہتر بات کی ہدایت کرتا ہے اور سراپا ہدایت اور ساری ہدایتوں کا مجموعہ ہے جس کے بغیر انسان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوجائے اور اللہ نے فرمایا تمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم (الانعام : 115) یعنی"تیرے آقا کے کلمات سچائی اور انصاف میں مکمل ہیں اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں اور وہ سننے والا خوب علم والا ہے " فرمایا إن هذا القرآن يهدي للتي هي أقوم (بنی اسرائیل : 12) یعنی" بے شک یہ قرآن سب سے درست بات کی ہدایت کرتا ہے " وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا○ (بنی اسرائیل:89) ترجمہ:اور ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر ہدایت کو صاف صاف بتادیا ہے تو اکثر انسانوں نے انکار کردیا سوائے اندھیروں کے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کیا آیت سے آیت کی تخصیص و تقیید ہو سکتی ہے ؟ تو کتاب اللہ کا فیصلہ ہے کہ نہیں ہو سکتی جب کسی آیت کا مفہوم اپنے مکمل سیاق و سباق کے ساتھ تمام ہوجائے تو اب اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی دوسرے موضوع یا دوسرے سیاق و سباق کی آیت سے بھی نہیں کیونکہ اگر ایسی تبدیلی ہو سکتی ہو تو اللہ کی ان بہت ساری آیتوں کا انکار و تکذیب لازم آئے گی جن کے مطابق اللہ کی کتاب سب سے بہتر ہدایت دینے والی اور صاف صاف بتانے والی آیتوں پر مشتمل ہے کیونکہ صورت مذکورہ کے مطابق آیتیں ادھوری ہیں اگر کوئی ان آیتوں کو مکمل سیاق و سباق سے بھی پڑھ لے تب بھی وہ گمراہ ہوجائے گا کیونکہ کچھ شرطیں کہیں اور ہیں جنکا پتا نہیں ہے اور ایسا کلام احمق و غلط کار لوگوں کا ہوتا ہے اللہ نے فرمایا ہے شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان (البقرۃ : 185) یعنی " ماہ رمضان جس میں قرآن کو اتارا گیا ہے جو انسانوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی صاف و واضح دلیلوں پر مشتمل ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے " خیر ہر آیت اپنے مکمل سیاق و سباق کے ساتھ مستقل و مکمل حکم رکھتی ہے۔

اگر ایسا لگے کہ ایک آیت اپنے سیاق کے ساتھ کسی چیز کو حرام بتارہی ہو اور دوسری اپنے سیاق کے ساتھ اسے حلال بتارہی ہو تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں اختلاف ہے بلکہ یہ دونوں فیصلے حق اور اپنی اپنی جگہ درست اور قابل العمل ہوتے ہیں ان دونوں میں سے موقع کے مناسبت سے جس پر عمل کرنا زیادہ بہتر لگے اس پر عمل کرنا فرض ہوتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ ایک حکم منسوخ (ban) ہوگیا ہے اور نہ ہی یہ اختلاف ہے بلکہ منجانب اللہ اختیار اور آسانی ہے فرمایا { وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ } الزمر/55 ترجمہ: اور جو تمہاری طرف تمہارے آقا کی جانب سے وحی کی گئی ہے اس کے زیادہ بہتر پہلو کی پیروی کرو اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔ { وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِأَحْسَنِهَا } الأعراف/145 ترجمہ: اپنی قوم کو حکم دے کہ اسکے بہتر پہلو کی پیروی کریں۔

کتاب اللہ کے عام کے خلاف کسی خبر کی مثال یوں ہے جیسے اللہ نے فرمایا واذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلكم ترحمون (الاعراف : 204) یعنی " اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش بھی رہو تاکہ تم پر رحم کیا جاسکے " اس آیت کے مطابق جب قرآن پڑھا جارہا ہوں تو خاموشی اور توجہ سے سننا فرض ہے کیونکہ اس میں اسکا حکم ہے اسکی خلاف ورزی اللہ کی نافرمانی ہوگی اور فاستمعوا و انصتوا عام ہے اور صلوۃ قائم کرنے والے اور صلوۃ قائم نہ کرنے والے دونوں ان میں شامل ہیں کوئی شرط نہیں ہے لیکن ایک خبر اسکے خلاف آئی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا لا صلوۃ لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب یعنی اس کی کوئی صلوۃ نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس حساب سے جب صلوۃ قائم کی جارہی ہو تو سب کو فاتحہ پڑھنی ضروری ہے ورنہ صلوۃ کا قیام نہیں ہوگا حالانکہ قرآن مجید

کے مطابق جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو مطلقا و عموما خاموشی اور توجہ سے اسے سننا فرض ہے صلوۃ میں ہوں یا نہ ہوں اور ہر مومن جانتا ہے کہ اللہ کی بات کے خلاف کوئی خبر و قیاس قبول نہیں اور کتاب اللہ کے عام میں تبدیلی کئے بغیر خبر کا دفاع ممکن نہیں ہے لہذا خبر متروک ہوگی اور یہ مانا جائے گا کہ یہ فرمان رسول نہیں ہے بلکہ کسی راوی و ناقل کی غلطی یا جھوٹ ہے اللہ سچا ہے اس آیت کے معنی میں تبدیلی نہیں کی جائے گی اور خبر رد کردی جائے گی اور کتاب اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔

کتاب اللہ کے عام کی دوسری مثال عقوبت زنا کے حوالے سے ہے اللہ نے اپنی کتاب میں ہر زانی و زانیہ کی عقوبت سو ضربیں مقرر کی ہیں تو اسکے خلاف یہ خبر کہ ہر زانی و زانیہ کے لئے سو ضربیں نہیں ہیں بلکہ شادی شدہ زانی و زانیہ کے لئے رجم ہے یہ خبر مردود ہے اور جو اس خبر کو مانے وہ اللہ کی آیت سے کفر کررہا ہے کیونکہ وہ قرآن حمید کے مطلق کا انکار کررہا ہے اسکے مطابق ہر زانی و زانیہ کے لئے سو سو ضربیں مقرر ہیں صرف کنواروں کے لئے نہیں ہیں فرمایا الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مئۃ جلدۃ (النور : 02) یعنی "ہر ایک زانیہ اور زانی کو سو ضربیں لگاؤ" تو کسی بھی زانی یا زانیہ کے لئے ضربوں کا انکار کرکے رجم مقرر کرنا اللہ کے خلاف جانا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

رجم کی روایتوں کو کتاب اللہ کے مطابق کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہیں کہ جب کوئی مرد یا عورت کسی کے ساتھ زنا بالجبر کرے یعنی ریپ کرے تو اس صورت میں انھیں رجم کی سزا ہوسکتی ہے کیونکہ اس شخص نے ریپ کرکے اللہ رسول کی نافرمانی میں فساد کی کوشش کی ہے بلکہ فساد ہی کیا ہے اس صورت میں تقتیل یعنی بری طرح قتل کرنے کی بھی سزا دی جاسکتی ہے کیونکہ انھوں نے فساد کی کوشش کی ہے دیکھیں سورہ المائدۃ : 33 مثلا عقوبت رجم لیکن اس کے ساتھ ساتھ سو ضربوں کی سزا بھی ہوگی کیونکہ انھوں نے زنا بھی کیا ہے اگر یہ تاویل مانیں تو ٹھیک ورنہ رجم کی روایتیں مردود ٹھہریں گی اور اللہ کی کتاب میں مفھوم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

فصل مطلق اور مقید کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے "ہمارے اصحاب (یعنی حنفی) اسطرف گئے کہ کتاب اللہ کے مطلق پر جب عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر خبر واحد یا قیاس سے زیادتی کرنا جائز نہیں ہے لیکن خبر پر اس طرح عمل کرسکتے ہیں کہ کتاب اللہ میں تبدیلی نہ ہو"

(میں کہتا ہوں) پہلے مطلق و مقید کو سمجھیں یہ کیا ہوتا ہے مطلق یعنی وہ کلمہ یا کلام جو واضح اور غیر مشروط ہو اور اگر مشروط ہو تو مقید ہے مثلا باپ نے کہا بیٹا پانی پئ لو تو اب بیٹا ایک گھونٹ بھی پیئے گا تو باپ کا فرمانبردار ہوگا یوں ہی اگر آبخورے کی جگہ کسی اور برتن سے پئ لے تب بھی فرمانبردار ہی ٹھہرے گا کیونکہ باپ کا حکم پانی پینے کا تھا اور وہ پانی پئ چکا ہے اب کسی بھی برتن سے پیا ہو تو کلام واضح تھا

اور برتن و مقدار کے حوالے سے غیر مشروط بھی تھا مطلب یہ مطلق ہے اور اگر باپ کہتا ایک گلاس پانی پیو تو آدھا گلاس پانی پینے پر نافرمان ٹھہرتا کیونکہ اب کلام ایک گلاس پانی کی مقدار سے مشروط ہے اسے مقید کہیں گے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی کلمہ یا کلام ایک اعتبار سے مطلق اور دوسرے اعتبار سے مقید ہو مثلا باپ نے بیٹے سے کہا بیٹا پکوان کا کاروبار شروع کرو تو اب بیٹا کسی گاؤں میں بھی پکوان کا کاروبار شروع کردے تو اپنے باپ کا نافرمان نہیں ہوگا کیونکہ باپ نے شہر میں ہونے کی شرط نہیں لگائی لیکن اگر پکوان کے سوا دوسرا کوئی کاروبار شروع کیا تو نافرمان ٹہرا کیونکہ باپ نے پکوان کے کاروبار کی شرط لگائی تھی تو کلام جگہ کے اعتبار سے مطلق اور کاروبار کی نوعیت کے اعتبار سے مقید تھا۔

اگر قرآن میں کوئی جملہ یا کوئی کلمہ مطلق ہو تو اس میں کسی خبر یا قیاس سے شرط لگانا حرام اور کفر و شرک ہے کیونکہ وہ اللہ کے مقابلے میں آرہا ہے کہ جب اللہ نے اس میں شرط نہیں لگائی جب کہ وہ اپنی کتاب میں ہی وہ شرط لگا سکتا تھا تو اللہ کے سوا کون فرمان خدا میں شرط و قید لگاسکتا ہے کتاب اللہ کے مطلق کا وہی حکم ہے جو اسکے عام و خاص کا حکم ہے ۔ اصول الشاشی میں خبر واحد کی شرط لگی ہے یہ غلط ہے کہ خبر واحد کے سوا خبر مشہور سے بھی قرآن پر زیادتی کی جاسکتی ہے حالانکہ سچی خبر کبھی بھی ظاہر قرآن کے خلاف نہیں آسکتی جو خبر ظاہر قرآن کے خلاف آئے وہ سچی نہیں ہوسکتی خبر دینے والے کتنے ہی لوگ ہوں۔

کیا خبر قطعی کتاب اللہ کے خلاف آسکتی ہے ؟

کیا خبر قطعی کتاب اللہ کے خلاف و مقابل آسکتی ہے ؟ تو جواب ہے جی نہیں کیونکہ ہر قطعی خبر حق ہوتی ہے اور حق بات قرآن مجید کے موافق تو ہوسکتی ہے مخالف کبھی نہیں ہوسکتی اور جو بھی خبر کتاب اللہ کے خلاف آجائے تو وہ خبر قطعی نہیں ہوسکتی یہ بات یاد رکھیں اسے تسلیم کرنے میں کسی مومن کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔

کتاب اللہ کے مطلق کے خلاف کوئی خبر آئے تو اسے رد کرنا یا اس میں تاویل کرکے قرآن حکیم کے مطابق کرنا فرض ہے اسکی مثال یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا وامسحوا برؤوسکم (المائدۃ : 06) یعنی " اور اپنے سروں کا مسح کرو " غور کریں یہ حکم مسح مطلق ہے اس میں سر کی مقدار کی قید نہیں کہ آدھے سر کا مسح کرو یا ایک تہائی یا دو تہائی سر کا مسح کرو لہذا بس سر پر مسح کرنے سے وضوء میں سر پر مسح کا حکم ادا ہوجائے گا مقدار کتنی بھی ہو اب اگر کوئی اسکے خلاف کوئی خبر یا قیاس پیش کرے اور کہے کہ پیشانی کی مقدار سر پر مسح کرو گے تو حکم ادا ہوگا ورنہ نہیں ہوگا تو وہ اللہ کے حکم کو تبدیل کررہا ہے اور آیت قرآنی کی تکذیب کررہا ہے لہذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس بات کو رد کردیا جائے اور اللہ جل جلالہ کے فرمان کے ظاہر کو بغیر تبدیلی کئے ویسے ہی تسلیم کرلیا جائے جیسے اس نے اسے اپنی کتاب میں رکھا ہے ۔

دوسری مثال اللہ نے فرمایا فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (البقرۃ : 230) یعنی پھر اگر وہ اس عورت کو طلاق دے دے تو وہ اسکے لئے حلال نہ ہوگی حتی کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کروادی جائے " اس سے پہلے تین طلاق تک کی بات ہوئی ہے کہ جب تین طلاق تک واقع ہوجائیں تو سابقہ شوہر کے لئے وہ عورت حلال نہیں ہوگی حتی کہ اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاح کروادیا جائے تو اللہ نے اپنا فرمان و فیصلہ مطلق یعنی بے شرط و غیر مشروط رکھا ہے اس میں نکاح کے ساتھ ساتھ سابقہ شوہر سے حلال ہونے کے لئے دوسرے شوہر سے ہمبستری شرط قرار نہیں دی لہذا اگر کوئی شخص کیسی بھی منقول خبر کی بنیاد پر یہ کہے کہ ہمبستری بھی ضروری ہے تو یہ حرام ہے کیونکہ وہ آیت کریمہ میں ترک ظاہر اور تبدیلی اور تحریف کا مرتکب ہے جو کہ کفر و شرک ہے لہذا اس منقول خبر میں تاویل کرکے قرآن مجید کے مطابق کیا جائے گا ورنہ راوی و ناقل کی غلطی و کذب تصور کیا جائے گا نہ کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

فصل مشترک اور مؤول کے بارے میں

اصول الشاشی میں اس فصل کے تحت ہے" مشترک وہ لفظ ہے جو دو مختلف معنی یا ایسی مختلف معانی کے لئے بنایا گیا ہو جن کی حقیقتیں مختلف ہوں مثلا عربی میں لفظ جاریۃ باندی اور کشتی دونوں پر بولا جاتا ہے اور لفظ المشتری یہ عربی میں خریدار اور ایک آسمانی سیارے کو بھی کہا جاتا ہے مثلا لفظ قروء جو قرآن میں آیا ہے قرء کا معنی حیض اور طھر دونوں ہوتا ہے۔ مشترک کا حکم یہ ہے کہ جب اس لفظ سے ایک معنی مراد ہو تو باقی معانی مراد نہیں ہوسکتے پھر جب مشترک کا کوئی معنی غالب اندازے سے راجح ہوجائے تو اب وہ لفظ مشترک مؤول ہوگیا مثلا قرآن میں قروء آیا ہے تو اندازے سے یہ بات پتا کی کہ قرء حیض کے معنی میں ہے اور مؤول کا حکم ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے لیکن اس میں غلطی کا بھی امکان ہے "

(میں کہتا ہوں) قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر ایسے الفاظ ہیں جو مختلف معانی میں آتے ہیں لیکن جب وہ جملے میں آتے ہیں تو تعین ہوجاتا ہے کہ یہ اپنے کون سے معنی میں آیا ہے اس سے اللہ کی مراد کیا ہے یہ قرآن مجید ہی نہیں بلکہ انسان ہر دن اسطرح کے بے شمار الفاظ استعمال کرتا ہے اور آگے پیچھے کے الفاظ و جملوں سے صاف سمجھ آرہا ہوتا ہے کہ مراد کیا ہے میں آپ کو عرفی مثال دیتا ہوں سونا یہ سونا جو ایک قیمتی دھات ہے اسے بھی بولا جاتا ہے اور جاگنے کی ضد سونا بھی بولا جاتا ہے یہ مشترک ہے لیکن جیسے ہی جملہ میں استعمال ہوجائے گا واضح ہوجائے گا کہ " زید سونا پہنتا ہے " تو یہاں سونے سے مراد معروف دھات ہے۔ قرء یہ حیض اور طھر دونوں کو بولتے ہیں تو قرآن میں آیا یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء یعنی وہ عورتیں خود کو تین قروء (حیض) تک روکیں گی مراد حیض ہے طھر نہیں کیونکہ کسی مقدار میں روکنے کا بیان ہے مقدار حیض کی نمایا ہوتی ہے شمار حیض کا ہوتا ہے طھر کا نہیں طھر تو عام ایام کو بولتے ہیں جن میں عورت حیض سے خالی ہوتی ہے تو جملے میں موجود قرینے سے معلوم ہوا کہ یہ یہاں اس لفظ مشترک سے اسکا کونسا معنی مراد ہے۔

(اور میں کہتا ہوں) جب فقیہ کو مشترک کے مرادی معنی سمجھ آجاتے ہیں تو اسے مؤول بول دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لفظ مشترک پہلے سے ہی مؤول تھا بس فقیہ کو معلوم نہیں تھا پھر جب اس نے پورا جملہ پڑھا اور اس میں تدبر کیا تو اسے معنی مرادی کا علم ہوگیا تو مشترک بھی ہے اور پہلے سے مؤول بھی ہے لہذا یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اللہ کا قول واضح و آسان نہیں تھا کسی دوسری شیء مثلا کسی خبر یا قیاس یا کسی فقیہ کے قول کی وجہ سے اللہ کا مرادی معنی سمجھ آیا ہے۔

(اور میں کہتا ہوں) اصول الشاشی میں ہے کہ مؤول میں غلطی کا امکان ہوتا ہے یہ غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی توضیح و تاویل من جانب اللہ ہے کسی انسان نے نہیں کی جس میں غلطی کا امکان ہو مشترک کا ایک معنی تو اللہ ہی پہلے سے جملہ میں لا کر متعین کردیتا ہے جس سے تاویل و توضیح ہوجاتی ہے جس پر بالیقین عمل فرض ہے۔

اس فصل میں ہی اصول الشاشی میں ہے "اور اگر مشترک کے مختلف معانی میں سے ایک متکلم کی جانب سے ہی طے ہوجائے تو وہ مفسر ہے اور اس پر عمل یقینا واجب ہے"

(میں کہتا ہوں) قرآن مجید کے معاملے میں مؤول و مفسر ایک ہی شیء ہے کیونکہ قرآن مجید کا متکلم اللہ ہے اور اللہ اپنی بات وضاحت و تفصیل کے ساتھ کرتا ہے تو جب قرآن مجید میں اللہ تعالی جو کہ متکلم ہے وہ ہی مشترک کی وضاحت و ایک معنی کا تعین قرینے سے کررہا ہے اسکے دلائل ہم پیش کرچکے ہیں اور تنبیہ کے لئے دوبارہ پیش کردیتے ہیں اور مصنف نے مؤول و مفسر میں فرق کیا ہے کیونکہ یہ دین حنفی کو ماننے والے ہیں اور دین حنفیت میں قرآن مبین کی بے شمار آیات واضحات نامکمل اور غیر واضح و غیر مفصل ہیں اپنے معنی کی خبر دینے میں ناقص البیان ہیں اسے سمجھنے کے لئے دوسری روایتوں یا قیاس یا اقوال فقھاء کا سہارا لینا پڑھتا ہے اللہ نے فرمایا شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان (البقرة : 185) یعنی "ماہ رمضان جس میں قرآن کو اتارا گیا ہے جو انسانوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی صاف و واضح دلیلوں پر مشتمل ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے" وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝ (النحل: 89) ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے مسلمین کے لئے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور: 54) ترجمہ: اور اللہ کے پیامبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں۔ وكذلك أنزلناه آيات بينات وأن الله يهدي من يريد (الحج : 16) یعنی "اور یوں ہی ہم نے اسے واضح و صاف آیتوں کی صورت میں اتارا اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے" لقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر (القمر) یعنی "ہم قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کرچکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے" فإنما يسرناه بلسانك لتبشر به المتقين وتنذر به قوما لدا (مریم : 97) یعنی "تو ہم نے اسے صرف تیری زبان میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ تو اس سے ڈرنے والوں

کو خوشخبری دے اور اس سے جگڑا لو قوم کو ڈرا دے " مزید دلیلوں کے لئے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں اور اس قسم کے دلائل ہم نے اپنی کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث میں جمع کئے ہیں اور اس پر مزید بحث دوران تفتیش اصول الشاشی آگے آئے گی اگر اللہ نے چاہا۔

فصل حقیقت اور مجاز کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے " ہر وہ لفظ جو زبان بنانے والے نے کسی شیء کو بیان کرنے کے لئے ایجاد کیا ہو تو وہ لفظ اس معنی کے لئے حقیقت ہوگا اور اگر وہ لفظ اس کے سوا دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے تو وہ لفظ حقیقت نہیں مجاز کہلائے گا اور حقیقت اور مجاز جمع نہیں ہوسکتے جب کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی حالت میں انھیں مراد لیا جائے "

(میں کہتا ہوں) یہ بات درست ہے کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی حالت میں حقیقت و مجاز نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر لفظ ایک حالت میں ایک ہی معنی پیش کرسکتا ہے ایک سے زیادہ نہیں مثلا لفظ شیطان یہ ابلیس کو بھی کہتے ہیں اور کسی فاسق کو بھی تو اگر کہے شیطان آگیا تو ممکن ہے وہ کہنا چارہا ہو کہ ابلیس آگیا ہے یا پھر یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ کوئی اور فاسق بدکار آگیا ہے لیکن دونوں معنی ایک ساتھ مراد نہیں ہوسکتے لیکن اگر کوئی قرینہ پایا جائے جو ایک معنی کا تعین کردے تو دوسرا معنی مراد نہیں ہوسکتا مثلا کوئی کہے ابو جھل شیطان تھا تو ظاہر ہے وہ کہنا چاہ رہا ہے کہ ابو جھل بدکار تھا کیونکہ اسکا ابلیس نہ ہوتا معلوم ہو یہ ضروری بات یاد رکھیں کہ استحالہ استعارہ کی دلیل ہوتی ہے جہاں کوئی معنی موضوع لہ مراد ہونا محال ہوجائے تو دوسرا معنی مراد ہوتا ہے ہاں اگر ظاہر کلام ایسے معنی کا تقاضا کررہا ہو جو حقیقت اور مجاز دونوں کو شامل ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ظاہر ہر صورت میں واجب العمل ہے۔

اصول الشاشی میں ہے " حقیقت کی تین اقسام ہیں حقیقت متعذرہ، حقیقت مھجورہ اور حقیقت مستعملہ تو پہلی دو قسموں میں مجازی معنی لیا جائے گا اور حقیقت مستعملہ میں اگر اسکا مجاز متعارف و مشھور نہ ہو تو ابو حنیفہ کے نزدیک حقیقی معنی لیا جائے اور ابو یوسف اور محمد شیبانی کے نزدیک عموم مجاز لیا جائے گا مثلا اگر کوئی شخص قسم لے کہ میں گندم سے نہیں کھاؤں گا تو ابو حنیفہ کے نزدیک اسکی قسم نہیں ٹوٹے گی حتی کہ وہ گندم کھائے اور ابو یوسف اور شیبانی کے نزدیک گندم سے بنی اشیاء کھانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی "

(میں کہتا ہوں) یہ حقیقت و مجاز کی بحث فضول اور بے بنیاد ہے کیونکہ معنی حقیقی اور مجازی میں وہی معنی مراد ہوتا ہے جو ظاہر اور واضح طور پر سمجھ آرہا ہو خصوصا قرآن مجید میں کیونکہ اللہ کی کتاب اپنے مفاہیم اور معانی میں بلکل ظاہر اور واضح اور آسان ہے جو معنی ظاہر نہیں ہوتا اسکا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ اصول ذہن میں رکھنا چاہے جو قرآن مجید سے ماخوذ اور ثابت ہے جس کے دلائل ہم پہلے پیش کرچکے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ظاہری معنی پوری بات پڑھ کر ہی حاصل ہوتا ہے آیات کو سیاق و سباق سے مکمل پڑھنے پر ہی ظاہر اور صحیح معنی اخذ ہوگا۔ بعض لوگ ظاہری معنی اخذ کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں معنی کیسے لیا جاسکتا ہے اور وہ آدھی بات پڑھ کر

مفھوم اخذ کررہے ہوتے ہیں اور اسے ظاہری معنی کہتے ہیں یہ غلط ہے دراصل انھیں یہ بات نہیں پتا ہوتی کہ ظاہری معنی پوری بات پڑھ کر ہی حاصل ہوتا ہے اور ہم نے یہ بحث اپنی کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث میں کی ہے۔

فصل صریح اور کنایہ کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے "صریح وہ لفظ ہے جس کا مطلب ظاہر اور واضح ہو اور اس میں کسی نیت کی ضرورت نہیں مثلا اپنی بیوی کو کہا کہ تجھے طلاق ہے تو یہ جملہ ظاہر اور واضح ہے لہذا طلاق ہوجائے گی اگرچہ مرد کی نیت طلاق کی نہ ہو اور کنایہ وہ لفظ جس کا معنی پوشیدہ ہو اور کنایہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے حکم تب لاگو ہوگا جب نیت پائی جائے یا حالت اسکے مقصد پر دلالت کرتی ہو"

(میں کہتا ہوں) یہ غلط ہے بلا نیت و ارادہ انسان کوئی بات زبان سے نکالتا ہے ایسے قول پر احکام شرع جاری نہیں ہوتے کیونکہ اللہ ایسے اعمال کا ہمیں مکلف نہیں بناتا اللہ سبحانہ نے فرمایا لیس علیکم جناح فیما اخطأتم به و لکن ما تعمدت قلوبکم (الاحزاب: 05) یعنی "تم پر اس باتوں میں کوئی تنگی نہیں ہے جو غلطی سے تم سے ہوجائیں بلکہ حرج اس پر ہے جس کا تمہارے دل ارادہ کریں" لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی "اللہ کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ پابند نہیں کرتا" تو بلا نیت و ارادہ طلاق کے کسی کی طلاق نافذ کرنا ظلم و زیادتی ہے یوں ہی کوئی فعل و قول جب بلا ارادہ و نیت صادر ہو تو اسے اللہ شمار نہیں کرتا کیونکہ انسان اس پر مجبور ہے۔

(اور میں کہتا ہوں) اگر کوئی اپنی بیوی کو صاف طور پر اپنی زبان سے طلاق دے دے مثلا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور قاضی کے سامنے یہ کہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی اسکی صفائی قبول نہیں ہوگی کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ طلاق سے بچنے کے لئے بہانہ بنارہا ہے اگر ایسی بات ہوتی تو جملہ بولنے کے کچھ دیر بعد ہی رجوع کرلیتا ہاں اگر کوئی مضبوط دلیل پائی جائے کہ اسکی واقعی نیت نہیں تھی تو ٹھیک ہے طلاق نہیں مانی جائے گی مثلا اس نے طلاق کا جملہ بولنے سے پہلے ہی گواہ بنالیا تھا کہ وہ ڈرامہ کرے گا پھر قاضی کے سامنے وہ گواہ پیش کیا جائے اور وہ گواہ قاضی کو سمجھ میں آجائے کہ جھوٹ نہیں بول رہا تو طلاق کا حکم نہیں ہوگا۔

(اور میں کہتا ہوں) مصنف کی مذکورہ تعریف کے مطابق کنایہ کی مثال ہوگی مثلا کسی نے اپنی بیوی کو کہا "تو میری بہن ہے" اس جملہ سے مراد واضح نہیں ہورہی کہ ہوسکتا ہے مراد ہو کہ تو میری بہن کی طرح نیک ہے یا بد ہے یا مراد ہو کہ تو میری بہن کی طرح خوبصورت ہے یا بدصورت ہے یا مراد ہو کہ تو میری بہن کی طرح مجھ پر حرام ہے کیونکہ تجھے طلاق ہے وغیرہ یہ جملہ مجمل ہے لہذا اس کی مراد کے مطابق ہی فیصلہ ہوگا اور مراد وہی بتائے گا یا حالت بتاتی ہے کہ اس جملہ سے طلاق مراد لے رہا ہے تو دلالت بلکل واضح ہو تو طلاق مانی جائے گی۔

کنایہ سے یہاں مصنف نے غیر واضح لفظ مراد لیا ہے جسے مجمل بھی کہتے ہیں پورے قرآن مجید میں کوئی لفظ یا جملہ مجمل و کنایہ نہیں سب صریح ہے یہ ہی اللہ کا دعوی ہے جسکا اللہ نے کثرت سے ذکر کیا ہے اسکا انکار سخت و بدترین کفر ہے یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے۔

فصل متقابلات کے بارے یعنی ظاہر نص مفسر محکم خفی مشکل مجمل متشابہ

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے" ظاہر اس کلام کو کہیں گے جس کی مراد سننے والے پر بس سنتے ہی بغیر کسی تامل کے واضح ہوجائے اور نص یعنی جس مقصد سے کلام کہا جائے انکا حکم یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا واجب ہے عام ہوں یا خاص ہوں لیکن اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال باقی رہے گا مثلا اللہ نے فرمایا واحل اللہ البیع و حرم الربا (البقرۃ : 275) یعنی "اور اللہ نے فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا" جب کفار نے بیچنا اور سود میں فرق نہ کیا دونوں کو حلال مانا تو یہ کلام بیع اور سود میں فرق بتانے کے لئے کیا گیا تھا جیساکہ اللہ کی کتاب میں ہی ہے لہذا اسے نص کہیں گے اور اس آیت سے بیچنے کی حلت اور سود کی حرمت معلوم ہوئی اسے ظاہر کہیں گے۔"

(میں کہتا ہوں) ظاہر کی جو اصطلاح مصنف نے بتائی ہے اس کے حساب سے ظاہر میں تخصیص و تاویل کا امکان ہوتا ہے لیکن ظاہر علماء کے مابین عمومی اصطلاح میں" اس پوری بات کو بولتے ہیں جو کسی وضاحت کی محتاج نہ ہو" اس اعتبار سے ظاہر میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہوتی اس مفہوم میں پورا دین اسلام پورا قرآن کریم ظاہر ہے اور اگر گنجائش ہو تو وہ ظاہر ہی نہیں ہے کیونکہ ظاہر اپنا مفہوم صاف، واضح اور مکمل طور پر بتاتا ہے اور اگر اس میں تخصیص و تاویل کا امکان و احتمال ہو تو وہ غیر واضح اور نامکمل ہے اور بعض اوقات ظاہر کو بھی نص کہتے ہیں اور بعض اوقات نص آیت کو بھی کہتے ہیں۔

اور یہ ہے" مفسر وہ لفظ ہے جسکی مراد متکلم کی جانب سے واضح ہو اسطرح کہ اس میں تاویل و تخصیص کی گنجائش نہ رہے اور محکم وہ جو مفسر سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اسطرح کہ اس میں مخالف معنی کی بلکل گنجائش نہیں ہوتی اور مفسر و محکم پر عمل کرنا ہر صورت میں لازم ہے"

(میں کہتا ہوں) مصنف نے مفسر اور محکم میں کوئی فرق نہیں کیا سوائے یہ کہ محکم مفسر سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے باقی اصول الشاشی کے شارحین نے یہ فرق اسکی شرح میں کہا ہے کہ مفسر میں نسخ کا احتمال ہوتا ہے اور محکم میں نہیں ہوتا یہ فرق مصنف کی جانب سے نہیں ہے۔

اور اسہی میں ہے" خفی اس لفظ کو کہتے ہیں جس کی مراد کسی عارضے کی وجہ سے پوشیدہ ہو نہ کہ صیغے کی وجہ سے مثلا اللہ نے فرمایا السارق و السارقۃ فاقطعوا ایدیھما یعنی "چور مرد اور چور عورت ان دونوں کے ہاتھوں کو کاٹو" یہ کلام چور کے حق میں ظاہر ہے اور جیب کترے اور کفن چور کے بارے میں خفی ہے اور یوں ہی فرمایا الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مئۃ جلدۃ یعنی "زانی اور زانیہ ان میں سے ہر

ایک کو سو سو ضربیں لگاؤ" یہ حکم زنا کے بارے میں ظاہر ہے اور لواطت کے بارے میں خفی ہے یعنی لواطت کی سزا یہاں سے نکالنے کے لئے تحقیق و کرید کرنی ہوگی۔ خفی کا حکم ہے کہ اسکا معنی کی تلاش کرنا واجب ہے حتی کہ پوشیدگی دور ہوجائے"

(میں کہتا ہوں) یہ قرآن مجید کی سخت توھین ہے اور اسکی بے شمار آیات کریمہ کی تکفیر و تکذیب ہے جس بات کے دلائل ہم پہلے بھی دیتے آرہے ہیں کہ قرآن مجید اور اسکی ہر آیت اپنے سیاق و سباق کے ساتھ مکمل اور واضح و ظاہر ہیں آیت مذکور السارق ہے سارق اس مرد کو کہتے ہیں جو خفیہ طور پر کوئی مال ناحق لے لے اور جیب کترا اور کفن چور بھی یہ ہی کام کرتا ہے لہذا انھیں بھی سارق کہیں گے لہذا ان پر بھی وہی حکم جاری ہوگا تو بات بلکل واضح و ظاہر ہے کوئی خفی نہیں۔لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (القمر) یعنی" ہم قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کرچکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے" فإنما یسرناہ بلسانك لتبشر به المتقین وتنذر به قوما لدا (مریم : 97) یعنی" تو ہم نے اسے صرف تیری زبان میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ تو اس سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دے اور اس سے جگڑالو قوم کو ڈرادے"

اور اسی فصل میں ہے" مجمل وہ لفظ جو کئی صورتوں کا امکان رکھے کہ اس کی مراد سے واقفیت نہ ہو سکے حتی کہ متکلم اپنی مراد واضح کر کے بتائے اسکا مثال قرآن میں ہے حرم الربا"

(میں کہتا ہوں) مصنف سے مجمل کے لئے نعوذ باللہ قرآن کریم کی مثال دے دی کیونکہ حنفی مذھب میں ایسا ہی ہے کہ قرآن مجید ناقص البیان اور نامکمل ہے واضح و آسان نہیں ہے حالانکہ قرآن کی اس آیت کا جزء واضح ہے جسکا ترجمہ ہے اس نے سود حرام کیا ربا عربی زبان میں اس اضافے کو بولتے ہیں عقد میں بلا عوض طے ہو یعنی سود تو حکم بلکل وضاحت سے بتایا گیا ہے یہ مجمل نہیں ہے۔

اس سے آگے ہے" متشابہ مجمل سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے متشابہ کی مثال سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات ہیں اسکا حکم یہ ہے کہ اسکی حقیقی مراد پر یقین رکھنا حتی کہ اسکی وضاحت آجائے"

(میں کہتا ہوں) یہ بھی وہی تکذیب قرآن ہے جو حنفی مصنف پہلے بھی کرچکے ہیں اللہ کی کتاب کو مشکل، غیر واضح اور ناقص البیان ثابت کرنا کئی مرتبہ ہم اس بات کے دلائل نقل کرچکے ہیں کہ کتاب اللہ کسی شخص کی وضاحت کی محتاج نہیں ہے اب رہا متشابہ اور ان حروف کا بیان جو سورتوں کے آغاز میں آتے ہیں تو دیکھیں

متشابھات کا معنی واضح ہے:

متشابھات کی بحث شروع کرنے سے پہلے ہم متشابھات کی تعریف کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔متشابھات ان چیزیں کو کہتے ہیں جنکی صورت ملتی جلتی ہوں مثلا قرآن میں اللہ نے فرمایا:

{وَالرُّمَّانَ مُتَشٰبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشٰبِهٍ} الانعام/99

ترجمہ: اور انار آپس میں ملتے جلتے ہیں اور جو انار ہم شکل نہیں ہیں:

{كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا} البقرۃ/25

ترجمہ: جب جب اس میں سے انھیں کوئی پھل بطور نعمت دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہ ہی ہے جو پہلے ہمیں نعمت دی گئی تھی اور وہ انکے اسطرح دیا جائے گا کہ وہ ہم شکل ہوگا۔

معلوم ہوا متشابھات مطلب ہم صورت، آپس میں جو ملتے جلتے ہوں۔

قرآن مبین میں اللہ نے اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے آیات محکمات اور آیات متشابھات۔

محکمات کتاب مبین کی بنیادیں ہیں اور باقی جتنی آیتیں ہیں ان میں محکمات ہی کی بات ھوتی ہے کیونکہ وہ محکمات کی بنیاد پر کھڑی ہیں۔

دوسری قسیم متشابھات آیات وہ آیتیں جن سے غافل اور کافر اپنا مذھب ثابت کرنے کے لئے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ انکے عقیدوں سے مشابہت رکھتی ہیں مثلا حضرت عیسی کا کہنا مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اس میں سے بعض کو حلال کردوں جو تم پر حرام کیا گیا ہے اس سے نصاری نے استدلال کیا کہ عیسی مسیح معبود ہیں کیونکہ وہ حرام کو حلال کررہے ہیں اور حلال و حرام کا اختیار صرف معبود کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور راسخین فی العلم وہ اللہ کی تشریح سمجھ جاتے ہیں کہ پوری گفتگو کیا ہورہی ہے اور جو علم میں مضبوط نہیں ہوتے تو تدبر نہ کرنے کی وجہ سے سمجھ نہیں پاتے بغیر تدبر و تفکر کے کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ال عمران/۰۷)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُسی میں سے محکم آیات بھی ہیں، وہ کتاب کی اساس ہیں اور کچھ دوسری ملتی جلتی (آیات) ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑا پن ہے وہ فتنہ چاہتے ہوئے اور اس کی وضاحت کی خاطر اُس میں سے اس کی پیروی کرتے ہیں جو ملتی جلتی ہیں حالانکہ اللہ کے سوا اور اُن کے سوا جو علم میں پختہ ہیں کوئی اُس کی وضاحت نہیں جانتا وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے، سب ہمارے آقا کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

حروف مقطعات کے معانی معلوم ہیں:

حروف مقطعات یعنی الم، ن، حمعسق، ص وغیرہ یہ حروف تنبیہ ہیں حروف تنبیہ یعنی ایسے حروف جو گفتگو شروع کرنے سے پہلے مخاطب کی توجہ جمع کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جیسے ہماری اردو زبان میں کہا جاتا ہے سنو یا توجہ کرو یا ہاں وغیرہ تاکہ مخاطب کی توجہ پہلے حاصل ہوجائے پھر گفتگو شروع ہو اور اسی وجہ سے یہ حروف مقطعات سورتوں کے شروع میں آتے ہیں نہ درمیان میں آتے ہیں اور نہ سورتوں کے آخر میں اور اسی طرح عربی میں لفظ استعمال ہوتا ہے "الا" یعنی سنو یا خبردار یہ بھی حرف تنبیہ ہے اور گفتگو کے صرف شروع میں توجہ لینے کے لئے آتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حروف مقطعات کے معانی کسی کو معلوم نہیں ہیں سوا اللہ کے اور نہ یہ اہل عرب کے الفاظ ہیں جو انھیں سمجھ آتے تو جب حروف مقطعات کے ترجمے کی بارے آتی ہے تو وہ یا ترجمہ کرتے ہی نہیں ہیں یا پھر لکھ دیتے ہیں "صرف اللہ جانتا ہے" یہ عقیدہ قرآن کی بے شمار آیات کا انکار ہے وجوہات ملاحظہ کریں:

1) قرآن کو اللہ نے صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے اگر حروف مقطعات اہل عرب کے استعمال میں نہیں تھے تو مطلب یہ کہ قرآن کا ایک حصہ عجمی ہے یا پھر عربی نہیں ہے اور یہ قرآن کی متعدد آیات کا انکار ہے۔

{وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ} النحل/103

ترجمہ اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں اسے کسی بشر نے سکھایا ہے اس کی زبان، جس کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں، عجمی ہے جبکہ یہ ایک صاف عربی زبان ہے۔

{بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ} الشعراء/195

ترجمہ: وضاحت کرنے والی عربی زبان میں۔

2) دوسری تنقید یہ کہ اگر انکی بات درست ہے تو اسکا مطلب قرآن واضح اور فصیح نہیں کیونکہ اسکی آیتوں کا تو مطلب ہی معلوم نہیں بس اللہ ہی کو معلوم ہے اور یہ تو قرآن کے ایک سو سولہ سے زائد آیتوں کا انکار ہے اس پر ہم نے پورا ایک رسالہ لکھا ہے بنام "معرفت ظاہر اور مقام حدیث" چند آیات دیکھیں اور دو آیتیں تو پہلے ہی گذر چکی ہیں:

{فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ} الدخان/58

ترجمہ: تو ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کردیا ہے تاکہ وہ نصیحت لیں۔

{فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا} مریم/97

ترجمہ:تو ہم نے اسے تیری زبان میں صرف اس لئے آسان کررکھا ہے تاکہ تو اس سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے۔

{وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ} القمر/18

ترجمہ: اور ہم قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کرچکے ہیں تو کوئی ہے نصیحت لینے والا۔

{اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ} یوسف/02

ترجمہ:یقینا ہم نے اسے فصیح پڑھائی کی صورت میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

خیر دلیلیں تو بے شمار ہیں ان سے بات واضح ہے کہ قرآن اپنے مطالب اور معانی میں فصیح اور واضح ہے قرآن کے کسی بھی حصے کا معنی معلوم نہ ہوسکنا ان سب آیتوں کا انکار کرتا ہے۔

3) اگر حروف مقطعات کا معنی واضح اور فصیح نہ ہوتے تو ضرور مشرکین عرب اس پر اعتراض کرتے حالانکہ سب کافروں کو للکارا گیا ہے کہ وہ قرآن جیسی کوئی دوسری کتاب لے آئیں اگر انھیں یقین نہیں ہے کہ یہ کتاب منجانب اللہ ہے اور یہ للکار مشرکین عرب کو بھی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا انکی طرف سے کوئی مضبوط اعتراض نہ آسکا۔

فصل نصوص کے متعلقات کے بارے میں عبارت نص، اشارہ نص، اقتضاء نص اور دلالت نص

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے "عبارت نص وہ حکم جسکے لئے کلام لایا گیا ہو اور اس کلام سے اس حکم کا ارادہ بھی کیا گیا ہو اور اشارئے نص یہ وہ حکم ہے جو نص سے بغیر کسی زیادتی کے ثابت ہو اور وہ بلکل واضح نہ ہو اور نہ ہی کلام لانے کا مقصد ہو اسکی مثال اللہ کے قول میں ہے للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم (الحشر : 08) یعنی "غنیمت ان محتاجوں کے لئے بھی ہے جنھوں نے ہجرت کی جنھیں انکے گھروں سے نکالا گیا" یہ کلام غنیمت کا مستحق بتانے میں نص ہے اور ان مہاجرین کو فقراء بولا گیا یہ اشارئے نص ہے اس بات پر کہ جب کفار مسلم کے اموال پر غالب آجائیں تو ان اموال کے مالک کفار ہوجاتے ہیں مسلم نہیں رہتے"۔

(میں کہتا ہوں) مصنف نے عبارت نص اور اشارئے نص کے بارے میں اپنی ہی اصطلاح استعمال کی ہے کیونکہ انھوں ان دونوں کی تعریف حکم سے کی ہے حالانکہ یہ حکم نہیں ہیں بلکہ لفظ کی معنی پر دلالت کی اقسام ہیں عبارت نص کی تعریف ہے لفظ کا اپنے اس ظاہری و متبادر معنی پر دلالت کرنا جو کلام کا مقصد ہو اور اشارہ نص وہ یہ ہے کہ لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اصلی مقصد تو نہ ہو لیکن وہ اس معنی کا لازم ہو مثلا اللہ نے فرمایا یاابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدیّ (ص : 75) یعنی "اے ابلیس جسے میں نے اپنے دو

ہاتھوں نے تخلیق کیا ہے اسے سجدہ کرنے سے تجھ کیا چیز رکاوٹ بنی "یہاں مقصد ابلیس سے مقصد پوچھنا ہے کہ آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا یہ عبارت نص ہے لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے دو ہاتھ بھی ہیں یہ بات اشارئے نص سے معلوم ہوئی۔

اسہی میں ہے "دلالت نص وہ معنی ہے جو لغت سے حکم منصوص علیہ کی علت کے طور پر معلوم ہو نہ کہ اجتھاد و استنباط سے مثلا فرمایا فلا تقل لھما اف (بنی اسرائیل : 23) یعنی " لہذا والدین کو اف نہ کہو " وہ زبان جاننے والے جانتے ہیں کہ سنتے ہی جو بات سمجھ آرہی ہے وہ یہ ہے کہ اف کی ممانعت ایذا دور کرنے کے لئے جو کہ حکم کی علت ہے صرف اف کی ممانعت نہیں ہے اب جہاں بھی یہ علت پائی جائے گی حکم بھی وہیں پایا جائے گا"

(میں کہتا ہوں) یہاں تو مصنف نے دلالت نص کی تعریف معنی سے کردی حالانکہ یہ دلالت کی اقسام ہیں دلالت نص کی تعریف یوں ہوگی لفظ کا اپنے محاروتی معنی پر دلالت کرنا جو ظاہر ہو۔

اور اس میں ہے " جو اقتضائے نص سے ثابت ہو وہ نص پر اضافی ہوتا ہے اور اسہی سے نص کے معنی ثابت ہوتے ہیں اقتضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتا ہے اسہی وجہ سے اگر کہنے والا کہے کہ تو طلاق والی ہے تو اس جملے سے صرف ایک ہی طلاق ہوگی تین نہیں ہونگی "

(میں کہتا ہوں) اقتضائے نص کی تعریف ہے لفظ کا ایسے معنی پر دلالت کرنا قرینہ جسکا تقاضا کرتا ہو مثلا کم من قریۃ اھلکناھا فجاءھا باسنا بیاتا او ھم قائلون (الاعراف : 04) یعنی کتنی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا تو انکے پاس ہمارا عذاب اچانک رات میں آگیا یا جب وہ دن میں سورہے تھے "تو یہاں کم من قریۃ یعنی کم من اھل قریۃ ترجمہ ہوگا کتنے بستی والے ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا تو انکے پاس ہمارا عذاب اچانک رات میں آگیا یا جب وہ دن میں سورہے تھے کیونکہ بستی نہیں بستی والے سوتے ہیں استحالہ استعارہ کی دلیل ہے یہ اقتضائے نص کی مثال ہے اگر بستی مراد لیں تو معنی خراب ہوجائے گا۔

فصل امر کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے " امر لغت میں اس بات کو کہتے ہیں کہ قائل دوسرے کو کہے عمل کرو اور اصطلاح میں امر مطلب فعل کو دوسرے پر لازم کرنے کا عمل اور بعض ائمہ نے ذکر کیا ہے امر کی مراد اس صیغہ امر کے ساتھ خاص ہے اور یہ بات ناممکن ہے کیونکہ یہ امر کے صیغ جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے یہ ازل میں نہیں تھے اور ایمان لانا تو ان پر بھی واجب ہے جنھیں اللہ کا پیغام نہیں پہنچا "

(میں کہتا ہوں) یہ بات صحیح ہے کہ وجوب صرف فعل امر سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اور بھی صیغے ہیں جو وجوب کو بیان کرتے ہیں مثلا علی اللہ نے فرمایا علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یا کسی عمل پر عذاب کی وعید ہو تو اس سے بچنا واجب ہوگا اسکا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ یا جملہ جس سے لزوم وجبر کا علم ہو اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

اس میں ہے "رسول اللہ کے افعال میں پیروی صرف تب واجب ہوتی ہے جب رسول اللہ نے اس فعل پر دوام اختیار کیا ہو اور اس فعل کی ان کے ساتھ خصوصیت نہ ہو"

(میں کہتا ہوں) اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اسکی کتاب سے خارج کوئی بھی بات دین کی حیثیت نہیں رکھتی تو فعل نبی سے وجوب کا ثبوت تو بہت دور کی بات ہے رسول اللہ نے اپنی زندگی میں قرآن مجید کتاب اللہ پر عمل کیا انکے اعمال و افعال کا ماخذ کتاب اللہ ہے اور نبی کے جس فعل پر کتاب اللہ سے دلیل نہ ملے وہ نبی کا فعل نہیں نبی پر جھوٹ ہے۔

فصل مطلق امر کے بارے میں

اصول الشاشی میں ہے "حکم مطلق یعنی وہ حکم جو لزوم و عدم لزوم کے قرینے سے خالی ہو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلق حکم وجوب کے لئے آتا ہے مگر جب اسکے خلاف کوئی دلیل پائی جائے کیونکہ حکم ترک کرنا نافرمانی ہوتی ہے جسطرح حکم ماننا اطاعت ہے"۔

(میں کہتا ہوں) حقیقت یہ ہے کہ مطلق حکم وجوب کے لئے آتا ہے یہ ہی اہل لغت و لسان کا استعمال ہے میری نظر میں تو ایسی کوئی زبان ہی نہیں ہے جس میں حکم وجوب کے لئے نہ آتا ہو عربی میں بھی ایسا ہی ہے تو حکم کہتے ہی اس قول کو ہیں جسکی پیروی ضروری ہو معجم الوسیط میں ہے امر فلانا امرا ای کلفہ شیئا یعنی اس نے فلاں کو حکم دیا اسکا مطلب ہے اس نے اسے کسی شیء کا پابند کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اللہ کی نافرمانی کو حرام قرار دیا گیا ہے اور نافرمانی حکم عدولی کو ہی کہتے ہیں اور اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور اللہ کی اطاعت کو قرآن مجید میں لازم کیا گیا ہے اور اطاعت حکم کی بجاآوری کو ہی کہتے ہیں اب دلیلیں دیکھیں: قل إني أمرت أن أكون أول من أسلم ولا تكونن من المشركين (14) قل إني أخاف إن عصيت ربي عذاب يوم عظيم (الانعام : 15) یعنی "اے بندے کہہ دے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے تسلیم کروں اور تم ہرگز مشرک مت بننا کہہ دے اگر میں اپنے آقا کی حکم عدولی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے" قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین و امرت لان اکون اول المسلمین قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (الزمر : 11،12،13) یعنی "اے بندے کہہ دے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی تابعداری کروں اطاعت اس کے لئے خاص کرتے ہوئے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے تسلیم کرلوں کہہ دے اگر میں اپنے آقا کی حکم

عدولی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے " غور کریں اس میں اللہ کی حکم عدولی پر عذاب کی وعید ہے اسکا مطلب اللہ کا حکم ماننا ضروری ہے قال ما منعك ألا تسجد إذ أمرتك قال أنا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين (الاعراف : 12) یعنی اس نے کہا تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا جب کہ میں نے تجھ حکم دیا تھا تو اس نے کہا میں اس سے افضل ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور تو نے اسے مٹی سے تخلیق کیا ہے " غور کریں ابلیس کی پکڑ ہوئی جب اس نے حکم کی بجاآوری نہ کی تو معلوم ہوا اللہ کے حکم کی پیروی ضروری ہے فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم (النور : 64) یعنی " تو جو لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ پہنچے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے "معلوم ہوا اللہ کا حکم ماننا ضروری ہے کیونکہ ورنہ عذاب کی وعید ہے۔ اسطرح کے بے شمار دلائل قرآن مجید میں ہیں اگرچہ انکی اتنی ضرورت نہیں تھی کیونکہ حکم کہتے ہی اس قول کو ہیں جسکی تعمیل ضروری ہو۔

(اور میں کہتا ہوں) مطلق حکم وجوب کے لئے آتا ہے یہ حق ہے لیکن حکم اس وقت وجوب کے لئے نہیں آتا جب اسی کلام کا متصل قرینہ معنی وجوب کے خلاف ہو اور اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مطلق حکم وجوب کے لئے آتا ہے سوائے جب وجوب خلاف ظاہر ہو مثلا كلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف : 31) یعنی " کھاؤ اور پیو اور نافرمانی نہ کرو " مطلب یہ ہے کہ کھانا اور پینا منع نہیں ہے لیکن نافرمانی مت کرو یہ غلط ہے تو یہ حکم اباحت کے لئے ہے جس سے اجازت کا اظہار کیا جارہا ہے اور فرمایا كلوا واشربوا بما كنتم تعملون (المرسلات : 43) یعنی " کھاؤ اور پیو اس اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے " یہ اہل جنت کو کہا جائے گا کہ تمہیں کھانے اور پینے پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے کیونکہ تم اچھے اعمال کیا کرتے تھے تو بیان اجازت ہے بیان وجوب نہیں ہے کہ تم پر کھانا پینا واجب ہوگیا ہے کیونکہ وجوب خلاف ظاہر ہے اور قرینے سے معلوم ہورہا ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔

فصل اس بارے میں کہ کسی کام کا حکم تکرار کا تقاضا نہیں کرتا

اصول الشاشی میں اس فصل کے تحت ہے "کسی کام کا حکم دینا تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اسی وجہ سے اگر کوئی شوہر کہے کہ میرے بیوی کو طلاق دے پھر وکیل طلاق دے دے اور پھر سابقہ شوہر اس سے نکاح کرلے تو پھر وکیل طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ طلاق دینے کا حکم مکرر نہیں ہوگا "۔

(میں کہتا ہوں) غیر قرآن مثلا عام زبان میں کسی کام کا حکم تکرار کا تقاضا نہیں کرتا مثلا اگر باپ نے بیٹے کو کہا لکھو پھر بیٹے نے لکھا تو حکم ادا ہوگیا اب ظاہر ہے لکھنا دوبارہ لازم تب ہوگا جب دوبارہ حکم ہوگا تکرار نہیں ہوگی لیکن یہ بات قرآن مجید میں نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے احکام صرف دور رسول یا مخصوص ادوار کے لئے نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہیں انسان کی پوری زندگی کے لئے ہیں لہذا جب کوئی حکم و امر قرآن کریم میں آتا ہے اور انسان اسکی ادائیگی کرتا ہے تو وہ پھر اسکی طرف متوجہ و لاگو ہوجاتا ہے کیونکہ احکام قرآن

صرف ایک مرتبہ کے لئے نہیں بلکہ زندگی بھر کے لئے ہیں ہر مرتبہ ادائیگی کے بعد وہ مکرر ہوں گے اور بہت سارے وجوب جو قرآن کریم میں ہیں انھیں صراحت کے لئے اللہ نے کسی وقت کے ساتھ معلق کرکے مکرر کیا ہے مثلا روزہ رکھنا اسکے وجوب کی تصریح ہے لیکن اسکے ساتھ پوری زندگی اسکا وجوب برقرار رکھنے کے لئے فرمایا **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** یعنی " تو تم میں سے جو اس ماہ رمضان میں حاضر ہو تو اس کا روزہ رکھے " تو جب بھی ماہ رمضان آئے گا یہ حکم مکرر ہوجائے گا۔

فصل مامور بہ کے وقت سے مشروط ہونے یا نہ ہونے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے" مامور بہ یعنی جس بات کا حکم دیا گیا ہو اسکی دو قسمیں ہیں 1) جو وقت سے مطلق ہو 2) جو وقت سے مقید ہو تو جو وقت سے مطلق ہو اسکا حکم یہ ہے کہ وہ پوری زندگی میں کبھی بھی کرسکتا ہے اسکا وجوب علی التراخی ہے اور کرخی سے ایک روایت ہے کہ اسکا وجوب علی الفور ہے یعنی فورا حکم بجالانا ہوگا "

(میں کہتا ہوں) وہ مامور بہ یعنی جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ وقت سے مطلق و غیر مشروط ہو وہ علی الفور واجب ہوتا ہے اسکی ادائیگی اسی وقت کرنی ہوگی کیونکہ زبانوں میں فوری ادائیگی ہی مطلق حکم کا تقاضا ہوتا ہے اور اگر فورا اسکی ادائیگی نہ ہو تو سوال ہوتا ہے کہ کیوں نہیں کیا اور اسکی دوسری دلیل قرآن میں ہیں کہ جب اللہ نے ابلیس کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو جب اس نے فورا سجدہ نہ کیا تو اللہ نے اس سے سوال کیا کہ کیوں سجدہ نہ کیا اس حکم کی ادائیگی کے لئے اس کے پاس اگر پوری زندگی ہوتی تو اللہ اسکے موت کے وقت ہی سوال کرتا کہ کیوں سجدہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مطلق حکم کی ادائیگی کے لئے پوری زندگی نہیں ہوتی ۔

فصل نھی کے بارے میں

اس فصل میں تحت اصول الشاشی میں ہے " نھی یعنی روکنا اسکی دو قسمیں ہیں 1) افعال حسیہ سے روکنا جیسے زنا اور شراب پینا اور جھوٹ اور زیادتی 2) تصرفات شرعیہ سے روکنا مثلا ایام نحر میں روزے رکھنا یا مکروہ اوقات میں صلوۃ ادا کرنا یا ایک درھم کو دو درھم کے بدلے بیچنا پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ منھی عنہ یعنی جس سے روکا گیا ہے وہ اسکا عین ہے جس پر نھی وارد ہوئی ہے تو اسکا عین قبیحا ہوگا لہذا وہ مطلقا غیر مشروع ہوتا ہے اور دوسری قسم کا حکم ہے کہ منھی عنہ وہ نہیں ہوتا جسکی طرف نھی کی اضافت ہے لہذا وہ حسن لذاتہ یعنی خود تو حسن ہوتا ہے لیکن قبیح لغیرہ یعنی کسی اور شیء کی وجہ سے قبیح ہوجاتا ہے اور اس میں پڑنے والا حرام لغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے نہ کہ حرام لعینہ کا اور اسی بنیاد پر ہمارے اصحاب کہتے ہیں تصرفات شرعیہ سے روکنا اسکی مشروعیت کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے یہ مراد لی جائے گی کہ نھی کے بعد تصرف مشروع ہے جیسے تھا کیونکہ اگر نھی کے بعد وہ مشروع باقی نہ رہے تو بندہ مشروع کی تحصیل سے عاجز ہوجائے گا اور اس وقت نھی عاجز کو ہوگی اور یہ مالک دین کی طرف سے محال ہے "۔

(میں کہتا ہوں) اس عبارت کی مزید توضیح یہ ہے کہ پہلی نہی کی صورت میں منہی عنہ مطلقاً حرام اور غیر مشروع ہوتا ہے اور دوسری نہی میں منہی عنہ حرام ہوتا ہے لیکن غیر مشروع نہیں ہوتا مثلاً ایام نحر میں روزے رکھنا یہ مذہب حنفی میں ناجائز تو ہے لیکن ان ایام میں روزے رکھنے سے ادائیگی ہوجائے گی مثلاً ایام نحر میں نذر کا روزہ رکھ لیا تو گناہ گار ہوگا لیکن روزہ ادا ہوجائے گا۔ یاد رہے جو مثالیں الشاشی میں ہیں ہم ان سے متفق ہوں ضروری نہیں بس اصول سمجھانے کے لئے ہیں۔

(اور میں کہتا ہوں) جو اصول الشاشی کے مصنف نے پیش کیا وہ بے بنیاد ہے قرآن کریم اسکی حمایت نہیں کرتا اسکی مثال یہ بھی ہے کہ حرام مال سے صدقہ کرنا تو یہ صدقہ قبول نہ ہوگا یہ نہیں کہا جائے گا کہ صدقہ ہوگیا اگرچہ حرام مال سے کیا کیونکہ حرام شیء مشروع نہیں ہوسکتی کیونکہ مشروع ہونے کا مطلب ہوتا ہے اسکا دین اسلام میں جاری ہونا اور حرام کرنے کا مطلب ہے اس بات کی دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہ مردود ہے جب اس کی گنجائش نہیں ہے وہ مردود ہے تو وہ جاری کیسے ہوگی لہٰذا اگر کوئی مال حرام سے صدقہ کرے تو وہ صدقہ عند اللہ قبول نہیں کیونکہ مال حرام سے صدقہ مشروع و جاری نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جب کسی شیء کی ادائیگی کا حکم ہوتا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ حرام طریقہ سے اس حکم کی ادائیگی کی جائے بلکہ شریعت کے دائرے میں رہ کر ادائیگی ہو مثلاً اللہ نے حکم دیا ہے آتوا الزکاۃ یعنی "مال کا افضل حصہ دو" تو اگر حرام مال سے دیا تو حکم کی تعمیل نہ ہوگی کیونکہ مطلب ہی یہ ہے کہ جائز طریقے سے مال کا افضل حصہ دو کیونکہ اللہ حرام و غلط کا حکم نہیں دیتا خیر یہ دو دلیلیں ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصرفات شرعیہ سے نہی اسکی مشروع ہونے کا تقاضا نہیں کرتیں تو افعال حسیہ سے نہی اور تصرفات شرعیہ سے نہی اس اعتبار سے برابر ہیں۔

فصل حروف معانی کو پختہ کرنے کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں مختلف الفاظ کے معانی بتائے ہیں کہ "واو مطلق جمع کے لئے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام شافعی نے اسے ترتیب کے لئے مانا ہے اسی بنا پر وہ وضوء کے باب میں ترتیب واجب کرتے ہیں ہمارے علماء (حنفیت کے علماء) نے کہا جب کوئی اپنی بیوی کو کہے ان کلمت زیدا و عمرا فانت طالق یعنی "اگر تو نے زید اور عمر سے بات کی تو تجھے طلاق ہو" پھر اس نے عمر سے بات کی پھر زید سے بات کی تو طلاق ہوجائے گی اس میں ترتیب اور ایک ساتھ بات کرنا شرط نہیں ہوگا کہ پہلے زید سے پھر عمر سے بات کرے تو طلاق ہو یا دونوں سے ایک ساتھ بات کرے تو طلاق ہو کیونکہ واو مطلق جمع کے لئے ہے"۔

(میں کہتا ہوں) امام شافعی نے واو کی ترتیب کے لئے مانا ہے یہ ثابت نہیں ہے دراصل واو کلام میں کس معنی میں آیا ہے اور کس معنی میں نہیں اسکا تعین اس کلام کے سیاق و سباق سے ہوتا ہے یعنی جو بھی ظاہری معنی ہوگا وہ ہی معنی متعین ہوگا اگر ظاہر کے مطابق واو ترتیب کا معنی دے رہا ہے تو وہی ہوگا اگر وہ مطلق جمع کا معنی دے رہا ہے تو وہی ہوگا اگر وہ جمع مع مقارنہ کا معنی دے رہا ہے تو

وہی ہوگا اگر وہ حال کا معنی دے رہا ہے تو وہی ہوگا حقیقی اور مجازی معنی کا تعین ظاہر پر ہوتا ہے تو ظاہری معنی پر توجہ کی جائے باقی معنی خود ہی سامنے آجائے گا اور ظاہر اس پوری بات کو بولتے ہیں جو کسی وضاحت کی محتاج نہ ہو۔

اور اس میں ہے "فاء تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے اسی لئے یہ جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ شرط کے بعد آتا ہے "۔

(میں کہتا ہوں) فاء کے استعمال بہت ہیں جو سیاق و سباق سے متعین ہوتے ہیں اس کا استعمال متعدد طریقوں پر ہے (1) عاطفہ: یہ تین معنی کے لئے آتا ہے (الف) ترتیب، اس کی دو صورتیں ہیں، ترتیب معنی یعنی معطوف کا معطوف علیہ کے ساتھ بلا توقف لاحق ہونا۔ جیسے ارشاد باری ہے: فسواک۔ ترتیب بیان، جیسے قرآن کریم میں ہے: ونادي نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي،، (ب) برائے تعقیب۔ یعني فاء کے مدخول کا مدخول علیہ کے بعد اور اس کے نتیجہ میں آنا۔ جیسے ارشاد باری ہے،، ثم خلقنا النطفة عاقة فخلقنا العاقبة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما بمعنی واؤ جیسے: امری القیس کا قول: بسقط اللوی بین الدخول فحومل۔ (ج) سببیت یعنی فاء کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو جیسے فوکزہ موسی فقضی علیہ (یہاں وکز سبب ہلاکت ہے) فاء یہاں جملہ کے عطف کے لئے ہے اور اگر فاء محض نفی یا طلب کے بعد واقع ہو تو اس کے بعد فعل مضارع کو نصب دیا جاتا ہے۔ جیسے: لایقضی علیہم فیموتوا۔ اور جیسے: ذرنی فاکرمک یہاں فعل مضارع تقدیر ان کیساتھ منصوب ہوتا ہے۔ نیز فاء عطف صفت کے لئے بھی آتی ہے جیسے ارشاد باری ہے: ثم انکم ایها الضالون المکذبون لآکلون من شجر من زقوم فمالئون منها البطون فشاربون علیه من الحمیم،، مالئون صفت ہے اس کا عطف لآکلون پر ہے جملہ شرطیہ میں جزا پر وجوبا داخل ہوتی ہے اگر شرط وجزاء اداۃ شرط کی وجہ سے مستقبل کے لئے ہو اور جواب واقع پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے ارشاد باری ہے وان یمسسك بخیر فهو علی کل شئ قدیر،، ایسے ہي اگر اس کي دلالت حرف شرط کي تاثیر کے بغیر مستقبل پر ہو جیسے آیت وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور وان یمسسك بخیر فهو علی کل شئ قدیر، اور من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتي الله بقوم یحبهم ویحبونه اور ومن یفعل ذلك فلیس من الله في شئ اور ان کنتم تحبون الله فاتبعوني یحببکم الله،، چاروں آیتوں میں حرف شرط کی وجہ سے زمانہ آئندہ پر دلالت نہیں ہے۔ (3) برائے استیناف جیسے کن فیکون

ترجمہ: پھر اس وجہ سے، چنانچہ اس کے بعد، بعد ازاں۔

اور اس میں ہے "ثم تراخی یعنی تاخیر کے لئے آتا ہے لیکن ابو حنیفہ کے مطابق لفظ اور حکم دونوں میں تاخیر کا فائدہ دے گا اور ابو یوسف اور شیبانی کے مطابق صرف حکم میں تاخیر کا فائدہ دے گا مثلا اگر کہا ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق یعنی اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق پھر تجھے طلاق پھر تجھے طلاق تو ابو حنیفہ کے مطابق پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہوجائے گی اور دوسری طلاق واقع ہوجائے گی اور تیسری طلاق بے کار جائے گی "۔

(میں کہتا ہوں) ثم میں کہاں تراخی لفظ اور حکم دونوں کے ساتھ ہے اور کہاں محض حکم کے ساتھ ہے اسکا تعین دلالت حال اور سیاق و سباق سے ہوگا کہ یہ جملہ کس حالت میں بولا گیا ہے یا پھر متکلم سے مراد پوچھنی ہوگی ابھی جو مثال مصنف نے دی ہے یہ مجمل و مبہم ہے اور اگر صحیح اور غلط کے اعتبار سے دیکھیں تو طلاق معلق نہیں ہوتی یعنی اگر ایسا کیا تو طلاق اگر ویسا کیا تو طلاق کیونکہ اس طرح کا طریقہ طلاق کے معاملے میں اللہ نے جاری و نافذ نہیں کیا اس طرح کی طلاق اسلام میں مشروع نہیں کی گئی۔

فصل بیان کی صورتوں کے بارے میں بیان تقریر بیان تفسیر بیان ضرورت بیان حال بیان عطف اور بیان تبدیل

اس فصل کے تحت ہم صرف بیان حال اور بیان تبدیل پھر بحث کریں گے کیونکہ باقی اتنے لائق بحث نہیں ہیں۔اس میں ہے "بیان حال یہ ہے کہ جب صاحب الشرع کوئی امر دیکھے پھر وہ اس سے نہ روکے تو اسکا خاموش رہنا اس بات کا بیان ہے کہ یہ مشروع ہے"۔

(میں کہتا ہوں) صاحب الشرع سے رسول اللہ مراد لئے گئے ہیں اور یہ قاعدہ بیکار ہے دو وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے ذاتی طور پر کسی شیء سے منع کرنے یا نہ کرنے سے شریعت نہیں بنتی بلکہ اللہ کے فرمان سے بنتی ہے اسکی دلیل وہی ہیں جو ہم اول کتاب میں دے چکے ہیں کہ رسول کا کام محض صاف صاف تبلیغ ہے وہ دین کے مالک نہیں ہے کہ جو وہ کردے یا کہہ دے وہ دین ہوگیا رسول صرف صاف تبلیغ کرتا ہے اور کتاب اللہ کے مطابق زندگی گذارتا ہے اور یہ مذکورہ اصول اللہ کے لئے ہونا محال ہے کیونکہ اللہ نے سب کو مہلت دے رکھی ہے کہ وہ کچھ بھی کریں بندے کے گناہ کرنے پر وہ اسے روکتا نہیں ہے کیونکہ دنیا جائے امتحان ہے ورنہ تو کوئی گناہ ہی نہ کرسکے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ رسول کے افعال دین میں حجت و دلیل ہیں تو ہم کہیں گے اس صورت میں بھی کسی کام کو دیکھ کر ان سے نہ روکنا اس کام کے جواز و مشروعیت کی دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ ممکن ہے رسول نے اس وجہ سے نہ روکا کہ انھیں علم تھا کہ یہ نہیں مانے گا یا پھر اس وجہ سے کہ وہ اس وقت روکنے پر قادر نہ تھے یا پھر ان کی اس کام کی طرف توجہ ہی نہیں تھی۔

خبر رسول کے بارے میں بحث

فصل خبر کی اقسام کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے "رسول اللہ کی خبر علم اور اس عمل کے لازم ہونے کے حق میں کتاب اللہ کے برابر ہے"۔

(میں کہتا ہوں) یہ سخت مجرمانہ جملہ ہے کیونکہ کوئی بھی خبر یا قول یا قیاس کسی بھی اعتبار سے اللہ کی کتاب کے برابر نہیں ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کا کلام ہے اور مخلوق کا کلام خالق واحد قہار کے کلام کی طرح لازم و ضروری کیسے ہوسکتا ہے بلکہ وہ تو اسکے قریب قریب بھی نہیں

ہوسکتا اور جو مخلوق کے کلام کو خالق کا کلام قرار دے وہ اللہ پر افترا باندھ رہا ہے اور یہ کفر وشرک ہے اور یہ عقیدہ شنیعہ کسی اصحاب رسول سے منقول نہیں سوائے سخت ضعیف راویتوں کے حتی کہ بڑے بڑے اصحاب رسول سے کثرت روایت کا نام تک نہیں ہے بخاری میں موجود حدیث قرطاس میں خود حضرت عمر نے فرمایا تھا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور وہاں موجود اصحاب رسول میں سے کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا بس بعض کہہ رہے تھے نبی کی بات بھی لکھ لینا چاہئے اور وہ سیاسی معاملات تھے جیسا کہ دوسری سند سے مروی ہے لیکن بعد والوں نے کثیر راویتیں ابن عباس اور عائشہ ام المومنین سے منسوب باتیں گھڑدیں جنکی تنقیح و تھذیب کرنے جائیں تو اہل راویت بگلیں جھانکتے ہیں یہ حدیث کے قرآن کی مثل حجت ہونے کا برا مذہب بعد والوں نے قبول کیا ہے خیر اللہ نے فرمایا ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکفرین (العنکبوت : 68) یعنی" اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر الزام لگائے یا حق کو غلط مانے جب وہ اس کے پاس آئے کیا جھنم میں کافروں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے" معلوم ہوا اللہ پر الزام لگانے والا کافر ہے اور اللہ کے مقابل آرہا ہے لہذا مشرک ہے ۔ {وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ} المائدۃ/44 یعنی: اور جو بھی اس کتاب سے فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کی ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔ معلوم ہوا کتاب اللہ کے سوا کسی اور شیء کو ماخذ حکم بنائے گا وہ کافر ہوگا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ(الحج/08)یعنی: اور بعض انسان ایسے ہیں جو اللہ کے معاملے میں بے دلیل قطعی بغیر کسی ہدایت اور واضح کتاب کے بحث کرتے ہیں۔وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ(النحل : 116)

یعنی: اور یہ جو تمہاری زبانیں کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے یہ کہہ کر اللہ پر الزام مت لگایا کرو بے شک جو اللہ پر الزام لگاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ خبر خارج از قرآن سے حلال و حرام کا فیصلہ کرنا حرام و کفر ہے کیونکہ وہ من جانب اللہ نہیں ہے کتاب اللہ نہیں ہے فرمایا اتبع ما أوحي إليك من ربك لا إله إلا هو (الانعام :106) یعنی :جو وحی تیرے آقا کی جانب سے تیری طرف کی گئی ہے اسکی پیروی کر اسکے سوا کوئی تابعداری کا لائق نہیں ہے۔ قل إنما أتبع ما يوحى إلي من ربي (الأعراف :202) یعنی : کہہ دے میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے آقا کی طرف سے میری طرف کی گئی ہے۔ معلوم ہوا وحی کے سوا کسی کی پیروی نہیں ہے اور کتاب اللہ کے سوا محمد رسول اللہ پر کوئی وحی نہیں اتری تو خبر جو خارج از قرآن ہے اسکی پیروی کیسے واجب ہوسکتی ہے۔مزید دلائل کے لئے کتاب کے اوائل کی طرف رجوع کریں وہاں اس بات کی دلیلیں ہیں کہ کتاب اللہ کافی شافی ہے ہربات کو صاف صاف بتاتی ہے اسکے سوا ہدایت کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے باقی لوگ خارج از قرآن خبروں کو وحی مانتے ہیں انکے اشکالات کے جواب ہم اپنی کتاب تعقبات اہل روایت لکھ چکے ہیں وہ دیکھیں ہاں متن کے اشکال کا جواب ضرور دیں گے ان شاء اللہ۔

اس میں ہے "کیونکہ جس نے رسول کی اطاعت تو اس نے اللہ کی اطاعت کی تو جن کا ذکر گذرچکا ہے یعنی خاص و عام و مشترک و مجمل کا کتاب میں ہونے کی بحث تو یوں ہی حدیث کی حق بھی ہیں لیکن خبر کے رسول اللہ سے پہنچنے اور اسکے ان کے ساتھ ملے ہونے میں شک ہے"۔

(میں کہتا ہوں) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو رسول کا مطیع ہے وہ اللہ کا مطیع ہے لیکن اس جملے سے حدیث کے قرآن کریم کے سوا حجت و وحی ہونے پر استدلال تب ہوگا جب رسول نے ہمیں اللہ کی کتاب کے سوا کسی حدیث کو دینی طور پر ماننے کا حکم دیا ہو بلکہ نبی کریم نے تو قرآن کے سوا کسی کی کو دینی حجت نہیں بتایا صرف قرآن مجید کی اطاعت کا حکم دیا قرآن شریف کی اطاعت ہی رسول کی اطاعت ہے اللہ نے فرمایا وقال الرسول یارب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا (الفرقان : 30) یعنی "اور رسول کہے گا اے میرے آقا بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑدیا تھا" رسول روز حساب اللہ اپنی قوم کے قرآن ترک کرنے کی شکایت کرے گا تو یہاں سے رسول کا عقیدہ معلوم ہوا کہ وہ قرآن کریم کے سوا کسی بات کو لازمی و ضروری نہیں سمجھتا ورنہ وہ اسے ترک کرنے کی شکایت بھی رب سے کرتا کہ میرے قوم نے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا اور رسول کے اسہی عقیدے و منہج پر ہمیں بھی چلنا ہے لہذا یہ ہی سنت ہے اور رسول کی اطاعت ہے کہ قرآن کے سوا کسی شیء کو حجت و دلیل نہ مانا جائے اور مزید دلیلوں کے لئے اس کتاب کے اول میں جائیں اور ہماری کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث کا مطالعہ کریں۔

اس کے بعد ہے "اسہی وجہ سے خبر کی تین اقسام ہیں پہلی قسم وہ ہے جو رسول اللہ سے صحیح اور ثابت ہیں ان میں کوئی شک نہیں وہ متواتر ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں ایک قسم کا شک ہے وہ مشہور ہیں اور تیسری قسم جس میں احتمال اور شک دونوں ہیں وہ آحاد ہیں تو متواتر وہ خبر جس کو ایک جماعت نے دوسری جماعت سے نقل کیا ہو جن کا غلطی پر جمع ہونا تصور نہ کیا جاسکے ناقلین کی کثرت کی وجہ سے اور وہ خبر تمہیں اسہی طرح پہنچے"۔

(میں کہتا ہوں) کسی جماعت سے غلطی کا تصور ہونا یا نہ ہونا انکی کثرت نہیں بلکہ اسکی مضبوط ذہنی اور ایمانداری اور عدالت پر منحصر ہوتا ہے لہذا یہ کہنا چاہئے کہ متواتر وہ خبر ہے جس کو ایک جماعت نے دوسری جماعت سے نقل کیا ہو جن کا غلطی پر جمع ہونا تصور نہ کیا جاسکے ناقلین کی صداقت، ایمانداری اور مضبوط ذہنی کی وجہ سے اور وہ نقل میں جس کی صراحت بھی کریں کہ ہم نے خود دیکھا ہے یا خود سنا ہے وغیرہ تو ایسی خبر کا غلط ہونا عقل قبول نہیں کرتی لہذا یہ قطعی و علمی خبر ہے اور قبول ہے لیکن جب کوئی خبر عرصہ دراز سے عام و مشہور ہو تو وہ متواتر ہے یا نہیں اس کے لئے اسکے راویوں و ناقلوں کی تعداد کی کثرت دیکھیں گے اور ان سے ملاقات کرکے تحقیق کی

جائے گی کہ وہ صادق و ایماندار اور قوی الذھن ہیں یا نہیں اگر وہ یہ سب ہیں اور وہ اس کی صراحت بھی کریں تو قبول ہے کیونکہ انکا غلطی کرنا عقلا ممتنع ہے اگر ہر مشہور بات قبول ہوجائے تو حضرت عیسی کا سولی پر مرنا یا حضرت موسی کی بات کہ انکے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی سچی ہوں جو کفریات ہیں ۔

اس میں ہے "مشہور وہ خبر جس کی ابتدا آحاد کی طرح ہو پھر وہ دوسرے اور تیسرے دور میں مشہور ہوجائے اور امت اسے قبول کرلے تو وہ متواتر کی طرح ہوجائے حتی کہ وہ تجھ پہنچے مثلا موزوں پر مسح کرنا اور زنا میں رجم کرنا پھر متواتر یقین کو واجب کرتی ہے اور اسکا رد کفر ہے اور مشہور اطمئنان کو واجب کرتی ہے اور اسکا رد بدعت ہے اور ان دونوں کو قبول کرنے میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے "۔

(میں کہتا ہوں) مصنف نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خبر مشہور میں شک و شبہ ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذرچکا ہے اس خبر میں شک و شبہ اس وجہ سے ہے کہ اول وقت میں خبر واحد تھی اور اس کے ناقلوں کے غلطی پر جمع ہونے کو ممکن قرار دیتی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے پہلے ناقل کو غلط فہمی ہوگئی ہو یا ناقل جھوٹ بول رہا ہو اور اس جھوٹ کی وجہ ہمیں معلوم نہ ہو یا ناقل کو مجبور کرکے یہ جھوٹی خبر دلوائی جارہی ہو تو ساٹھ فیصد احتمال و امکان ہے کہ وہ خبر غلط ہو اور ہر وہ خبر جس میں شک و شبہ ہو اسلام میں مردود و مطرود ہے شک و ظن کی پیروی کرنا اسلام میں حرام ہے فرمایا لا تقف ما لیس لک بہ علم (بنی اسرائیل : 36) یعنی " اس کی پیروی مت کرو جس تمہیں یقین حاصل نہ ہو " اور فرمایا ما لھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (النجم : 28) یعنی " انھیں اس بات کا کچھ یقین حاصل نہیں وہ تو صرف ظن کی پیروی کررہے ہیں بے شک ظن سچ کا کچھ فائدہ نہیں دیتا " ما لھم بہ من علم إلا اتباع الظن (ال عمران : 157) یعنی " اور انکے پاس کوئی علم نہیں ہے بس ظن کی پیروی ہے " معلوم ہوا خبر مشہور کی پیروی کرنا حرام و گناہ اور بدعت دینی ہے کیونکہ اس میں غلطی کا بہت امکان و احتمال ہوتا ہے تو یہ بڑی بات ہے کہ خبر مشہور کی پیروی نہ کرنا بدعت و گناہ ہو ۔

(اور میں کہتا ہوں) مصنف کا یہ کہنا کہ متواتر کا انکار کفر ہے یہ غلط ہے کیونکہ کفر کا تعلق دین سے ہوتا ہے اور دین ہم تک صرف خبروں کے ذریعے سے نہیں پہنچا بلکہ معجزے کی دلیل سے پہنچا وہ کتاب اللہ ہے اور یہ ہی بات خبر مشہور میں بدرجہ اولی ہے کہ اسکا تعلق دین سے نہیں ہے اسکا رد بدعت ہو یہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی خبر مشہور کو تسلیم کرنا حرام و بدعت ہے کیونکہ یہ مشکوک ہوتی ہے اور شک کی پیروی ہر حالت میں حرام ہے۔

(اور میں کہتا ہوں) کہ مصنف نے کہا متواتر اور خبر مشہور کو قبول کرنے میں علماء کا اختلاف نہیں ہے یہ بے دلیل بات ہے ممکن ہے انھیں ان خبروں کی حجیت میں اختلاف کا قول نہ پہنچا ہو کثیر علماء خبر مشہور کا سختی سے رد کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں اور ہاں متواتر کی تعریف میں ضرور اختلافات ملتے ہیں۔

اس میں ہے کہ " خبر واحد میں عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور نہ ہی ظاہر کے مخالف ہو نبی نے فرمایا ہے میرے بعد حدیثیں بڑھ جائیں گی تو جب تمہیں میری طرف سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو تو جو اسکے موافق ہو اسے قبول کرلو اور جو اسکے مخالف ہو اسے رد کردو "۔

(میں کہتا ہوں) یہ بات بلکل حق ہے اس خبر کو کیسے قبول کرلیا جائے جو اللہ احکم الحاکمین کی کتاب کے خلاف جاتی ہو یہ حدیث صحیح ہے قرآن مجید اسکی تصویب و تایید کرتا ہے لیکن افسوس ہمارے یہاں قرآن مجید پر ایمان کا دعوی کرنے کے بعد اسے مذاق بناتے ہیں اور کتاب اللہ کو کھیل بناتے ہیں جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں روایت قرآن مجید کے خلاف ہے تو وہ قرآن معظم میں ہی تبدیلی کردیتے ہیں اور اس روایت کو برقرار رکھتے ہیں دراصل انکے نزدیک قرآن کی اہمیت راویوں کی روایتوں سے بھی کم ہے اور یہ کفر و شرک ہے کیونکہ جس کے نزدیک اللہ سے زیادہ کسی اور شیء کی اہمیت ہو وہ مشرکین کے طریقے پر ہے انھوں نے اللہ کے سوا راویوں اور محدثوں اور فقھاء اور صحابیوں کو رب اور آقا بنالیا ہے اللہ نے فرمایا ولما جاءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین أوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کأنھم لا یعلمون (البقرۃ : 101) یعنی " اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو اسکی تصدیق کرتا ہے جو انکے پاس ہے تو جنھیں کتاب دی گئی ہے انکی ایک جماعت اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا جیسا کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں " اور فرمایا قال یا قوم أرھطي أعز علیکم من اللہ واتخذتموہ وراءکم ظھریا إن ربي بما تعملون محیط (ھود : 92) یعنی " شعیب نے کہا اے میری قوم کیا میری جماعت تم پر اللہ سے زیادہ قابو رکھتی ہے اور تم نے تو اسے متروک بنا کر اپنے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے بے شک میرا آقا تمہارے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے " تو ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسے کرنی چاہیئے تھی اور فرمایا و اتخذوا آیاتی و ما انذروا ھزوا (الکھف : 56) یعنی " اور انھوں نے میری آیتوں کو اور میری دھمکیوں کو مذاق بنالیا "۔

اسی فصل میں ہے " یوں ہی حدیث ہے کہ " کوئی بھی عورت جو اپنے سربراہ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اسکا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے " یہ قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے اللہ نے فرمایا فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کیونکہ کتاب اللہ ان عورتوں سے نکاح کو ثابت کررہا ہے اور روایت انکار کررہی ہے "۔

(میں کہتا ہوں) یہ روایت کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہے موافق ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو روایت قرآن کے موافق ہو اسے لے لو تو پہلے تو ہم تعارض رفع کرتے ہیں پھر کس آیت سے موافق ہے وہ آیت پیش کریں گے۔ تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے عورت کے نکاح کے انعقاد کے لئے اسکے سربراہ کی اجازت شرط ہے عورت کنواری ہو یا نہ ہو اور آیت یہ کہتی ہے کہ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف (البقرۃ : 232) یعنی " اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی مقرر مدت کو پہنچیں تو تم انھیں انکے سابقہ ازواج سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دونوں باہم بھلائی کے

ساتھ راضی ہوں " اس میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جب طلاق یافتہ عورتیں اپنے سابقہ شوہر سے باہمی جائز رضامندی سے نکاح کرنا چاہتی ہوں تو طلاق دینے والے شوہر سے اس عورت کو روکنے کی اجازت نہیں ہوگی کیونکہ روکنے سے انھیں منع کیا جارہا ہے جن سابقہ شوہروں نے عورتوں کو طلاق دی ہے عورتوں کے اولیاء و نگرانوں کو نہیں اور طلاق کے بعد تو وہ مرد اسکا نگران بھی نہیں رہا لہذا حدیث کا اس آیت سے کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے اور اصول الشاشی کے مصنف نے آدھی آیت پیش کرکے اپنی بات بنانے کی ناکام کوشش کی ہے اور یہ حنفیوں کی پرانی سنت قبیحہ ہے آدھی آیت لے کر اپنے اہل فرقہ کی حمایت کرتے ہیں اور حق کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ حدیث مذکور کی موافقت اس آیت سے ہے الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم (النساء : 34) یعنی " مرد عورتوں پر سربراہ و منتظم مقرر ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور انھوں نے اپنے اموال سے خرچ کیا ہے " اس آیت کے تحت عورت کے نکاح کے لئے بھی اس کے سربراہ مرد کی اجازت ضروری ہے کیونکہ عورت اپنے سربراہ مرد کے تحت ہے اور سربراہ کہتے ہی اسے ہیں جس کی اجازت کے بغیر ماتحت اپنے امور انجام نہیں دے سکتے لہذا عورت کو اپنے نکاح کی اجازت کے لئے اپنے سربراہ مرد سے اجازت لینے ضروری ہے اور یہ باغیرت اور بااحتیاط اصول ہے جس سے عورت کی حفاظت ہے عورت جیسے ہی مرد کی سربراہی سے نکلی وہ آوارہ اور سرکش ہوجاتی ہے بلکہ بعض اوقات بدکار بھی ہوجاتی ہے اور اپنی دنیا برباد کرتی ہے ہاں اگر سربراہ کی بات کتاب اللہ کے خلاف جاتی ہو تو بے شک اس کی اطاعت نہیں ہے تو حدیث کا بیان کتاب اللہ کے موافق ہے لہذا حدیث صحیح ہے۔

فصل خبر واحد کے بارے میں

اس فصل میں ہے " خبر واحد چار مقامات پر حجت و دلیل ہے "۔

(میں کہتا ہوں) غیر معصوم کی خبر واحد حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا اور بسا اوقات اس خبر واحد میں نوے فیصد غلطی کا امکان ہوتا ہے اور بسا اوقات ستر اور کبھی پچاس فیصد اور کبھی بیس فیصد غلطی کا امکان ہوتا ہے یہ امکانات کی مقدار ناقل کی حیثیت پر ہوتی ہے لیکن اگر وہ غیر معصوم ہے تو اس میں غلط فہمی اور جھوٹ یا مجبوری کا امکان ضرور ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ کرسکتا ہے وہ فرشتہ نہیں ہے اور ہر وہ خبر جو مفید یقین نہ ہو اسلام میں مردود ہے اسکی پیروی حرام ہے اسکی دلیلیں ملاحظہ کریں:

1) قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون (الأعراف:33)

یعنی(اے بندے) کہہ دے میرے آقا نے صرف حرام کیا ہے ان ظاہری اور باطنی اُمور کو جو شریعت کے مطابق بے حیائی ہیں اور گناہ اور حق تلفی کو اور تمہارے اللہ کے ساتھ اسے برابر کرنے کو جسکی اس نے کوئی قطعی دلیل نہیں اتاری اور(اس بات کو حرام کیا) کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جسکا تمہیں یقین نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اللہ پر ایسی بات کہنا حرام ہے جسکا ہمیں یقین نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ قطعی دلیل کے بغیر یقین و علم حاصل نہیں ہوتا اس میں غلطی اور جھوٹ اور مجبوری کے تین امکانات باقی رہتے ہیں۔

2) **ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون** (النحل:116)

یعنی اور جو تمہاری زبانیں کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اسطرح کہہ کر اللہ پر الزام مت لگاؤ بے شک جو اللہ پر الزام لگاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا جب تک یقین نہ ہو کسی شیء کو حلال یا حرام کہہ کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھے شک کی بنیادوں پر اللہ پر الزام لگانا کہ اس نے فلاں شیء کو حرام یا حلال کردیا یا فلاں عقیدہ دین اسلام کا حصہ ہے کفر و حرام ہے۔

3) **فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم** (الانعام:144)

یعنی تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر الزام لگائے تاکہ وہ انسانوں کو گمراہ کرے بغیر کسی قطعی دلیل کے۔

4) **حرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی اللہ فقد ضلوا و ما کانوا مھتدین** (الانعام:140)

یعنی انھوں نے اس نعمت کو حرام کرلیا جو اللہ نے انھیں عطا کی اللہ پر الزام لگاتے ہوئے تو وہ گمراہ ہوگئے اور انھوں نے ہدایت نہیں پائی۔

5) **لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع و البصر و الفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا** (بنی إسرائیل:36)

یعنی (اے بندے) اسکی پیروی مت کر جسکا تجھے یقین نہ ہو بے شک سماعت اور آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

6) **ھا انتم ھولاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم**۔(آل عمران:66)

یعنی سنو تم نے اس معاملے میں بحث کی ہے جسکا تمہیں یقین نہیں ہے تو تم اس معاملے میں کیوں بحث کرتے ہو جسکا تمہیں یقین نہیں ہوتا۔

7) **وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن و ما قتلوہ یقینا** (النساء:157)

یعنی اور بے شک جنھوں نے اس معاملے میں مخالفت کی ہے انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے سوائے گمان کی پیروی کے اور انھوں نے اسے یقینا قتل نہیں کیا۔

8) قل هل عندكم من علم فتخرجوه لنا ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون (الانعام : 148)

یعنی کہہ دے کیا تمہارے پاس کوئی یقینی دلیل ہے کہ تم اسے ہمارے لئے پیش کرسکو حقیقت یہ ہے کہ تم صرف شک کی پیروی کرتے ہو اور تم صرف اندازے لگاتے ہو۔

9) نبئونی بعلم ان كنتم صادقين (الانعام : 143)

یعنی مجھے یقین سے خبر دو اگر تم درست ہو۔

معلوم ہوا یقینی خبر ہی مقبول ہے شک سچ نہیں ہوتا۔

10) ما لهم به من علم و لا لابائهم كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا (الكهف:05)

یعنی انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے اور نہ ہی انکے اکابر کے پاس ہے کتنی بڑی بات ہے جو انکے منہوں سے نکلتی ہے وہ صرف غلط کہتے ہیں۔

11) و من الناس من يجادل فی الله بغير علم و يتبع كل شيطان مريد (الحج:03)

یعنی اور بعض انسان وہ ہیں جو اللہ کے معاملے میں بغیر یقین کے بحث کرتے ہیں اور ہر بڑے سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔

12) يعبدون من دون الله ما لم ينزل به سلطانا و ما ليس لهم به علم و ما للظالمين من نصير (الحج : 71)

یعنی وہ اللہ کے سوا اسکی تابع داری کرتے ہیں جسکی اس نے کوئی قطعی دلیل نہیں اتاری اور انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے اور ان نافرمانوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

13) وما لهم به من علم ان تتبعون الا الظن و ان الظن لا يغنی من الحق شيئا (النجم:28)

یعنی اور انکے پاس کوئی یقین نہیں وہ صرف شک کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک شک سچ بلکل برابر نہیں ہوسکتا۔

14) من اظلم ممن افتری علی الله الكذب او كذب الحق لما جاءه اليس فی جهنم مثوی للكافرين (العنكبوت : 68)

یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر الزام لگائے یا سچ کو غلط مانے جب وہ اسکے پاس آئے کیا انکار کرنے والوں کا جھنم میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

15) اذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها آباءنا والله امرنا بها قل ان الله لا يامر بالفحشاء اتقولون علی الله ما لا تعلمون (الأعراف: 28)

یعنی جب وہ کوئی زیادتی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے اکابرین کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اسکی حکم دیا ہے تو کہہ دے بے شک اللہ زیادتی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جسکا تمہیں یقین نہیں ہوتا۔

پورا قرآن مبین اسطرح کی قطعی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے مزید دلائل پیش کرنا ضروری نہیں ہے اس کے لئے قرآن مجید کا مطالعہ کریں خیر ان سے یہ قطعا معلوم ہوتا ہے کہ جس پر یقین نہ ہو اسکی پیروی کرنا حرام ہے اور دین میں بغیر یقین کے کوئی بات کرنا حرام اور کفر و شرک ہے کفر کی دلیلوں میں سے بعض دلیلیں گذر چکی ہیں اور شرک اس طرح کے وہ اللہ کی حاکمیت میں خود کو شریک کر رہا ہے کیونکہ وہ خود سے دین میں فیصلہ کرکے دین کا حاکم بن رہا ہے یا کسی فقیہ کے قول سے دین میں فیصلہ کردے تو وہ اس فقیہ کو اللہ کی حاکمیت میں شریک کر رہا ہے کیونکہ دین کا فیصلہ صرف اللہ کے فرمان سے ہوتا ہے اور فقیہ کا قول اللہ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی وہ معصوم ہے نہ ہی اللہ نے اسکے اقوال کے صحیح ہونے کی سند نازل کی ہے۔

پہلا اشکال: ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (الحجرات: 06) یعنی اگر تمہارے پاس کوئی غلطی کرنے والا کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو۔

خبر واحد ماننے والے کہتے ہیں کہ جب فاسق کی خبر کی چھان بین کرنے کہ حکم ہے جب وہ خبر لے کر آئے تو اسکا مطلب ہے کہ عادل کی خبر بے تحقیق قبول ہوگی وہ مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں صرف اتنا ہے کہ جب کوئی غلطی کرنے والا کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عادل کی خبر اندھے ہو کر مان لو بلکہ قرآن کی بہت ساری آیتیں جن میں سے بعض ہم ما قبل میں نقل کر چکے ہیں وہ اندھے ہو کر کسی کی بھی نقل کی ہوئی بات کی پیروی کو سخت حرام قرار دیتی ہے اگر وہ مفہوم مخالف کو حجت مان رہے ہیں تو کیا مجھول (جسکا جھوٹا سچا ہونا معلوم نہ ہو) اسکی خبر بھی بے تحقیق تسلیم کرلینی چاہئے فاسق کی خبر کی تحقیق کرو یعنی مجھول کی خبر کو بے تحقیق قبول کرلو اسکو مثال سے سمجھیں کہ کوئی کہے "اگر زید تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو" اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ عامر خبر لائے تو اسکی تحقیق مت کرو اندھے ہو کر اسکی خبر تسلیم کرلو کیونکہ عامر کے بارے میں تو اسطرح کی کوئی بات کی ہی نہیں اور خصوصا جب عامر کی خبر کی بے اعتمادی کو الگ سے ہی بتادیا ہو جسطرح اللہ نے دوسری آیتوں میں شک کی پیروی کو حرام قرار دیا۔

دوسرا اشکال: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (التوبۃ: 122)

یعنی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے بعض افراد نکلیں تاکہ وہ دین ماہر بنیں اور جب وہ واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ ڈریں۔

غیر معصوم کی خبر واحد کو حجت ماننے والوں نے کہا ہے کہ اس آیت کے مطابق جو لوگ دین اسلام کے ماہر بن کر آئیں گے وہ واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں گے تو یہ تو خبر واحد ہی ہے اگر محض خبر حجت نہیں ہے تو انکے ڈرانے کے مقصد سے دین کا ماہر بننا اور لوگوں کا ڈرنا فضول ہوگا۔

جواب: بے شک وہ دین کے ماہر بنے تاکہ جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں لیکن ڈرانا اور ڈرنا تب ہی ہوگا جب یقین سے ہو شک کی بنیاد پر نہیں مثلاً گھر والے عربی زبان نہیں جانتے تو انکے بعض افراد علم دین سیکھنے کے لئے جائیں اور جب واپس آئیں تو اپنے گھر والوں کو عربی زبان سیکھائیں اور اللہ کی آیتیں دیکھائیں تاکہ وہ دین سمجھ سکیں اور اگر وہ صرف آیت زبانی بتادیں تو ڈرانا ہوگا ہی نہیں کیونکہ ممکن ہے وہ آیت ہی غلط بتارہا ہو جیسا کہ بہت مرتبہ ہوتا ہے یا کسی اور کتاب سے آیت دیکھائے کیونکہ ممکن ہے اس کتاب میں غلط آیت لکھی ہوئی ہو جیسے کہ کاتب سے غلطی ہوجاتی ہے یا خود مصنف ہی غلط لکھ دیتا ہے بلکہ بعض مصنف اپنا مذھب بچانے کے لئے آیت کے الفاظ میں تحریف کرکے بھی لکھ دیتے ہیں تو ڈرانا تب ہی ہوگا جب وہ قرآن کے تحقیق شدہ نسخے میں وہ آیت دیکھائے قرآن وہ واحد کتاب ہے جس میں رد و بدل نہیں ہوسکتی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے تو اس آیت سے یہ قطعا و یقینا ثابت نہیں ہوتا کہ مجرد خبر واحد یا کسی کی نقل کی ہوئی بات قابل قبول ہے بلکہ وہ محل ظن و شک میں ہوتی ہے اسکی تحقیق ضروری ہے اور اسلام میں ظن کی پیروی کرنا حرام ہے جب تک قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو۔

تیسرا اشکال: جب اللہ نے ہمیں نصیحت کرنے اور گناہ سے روکنے کی اور قرآن کی صاف صاف تبلیغ ذمہ داری دی ہے تو خبر واحد یا نقل حجت و معتمد ہوگی ورنہ انسان کے ذریعے نصیحت ممکن ہی نہیں ہوگی۔

جواب: اسکا جواب دیا جاچکا ہے کہ نصیحت اور گناہ سے روکنے اور قرآن کی صاف صاف تبلیغ کی ذمہ داری تو ہے لیکن اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں بنتا کہ کسی کی نقل پر اعتماد کا حکم صادر ہوگیا ہے اسکی نقل اندھے ہوکر مان لیں۔ گناہ سے روکنا اور قرآن کی آیتوں کی صاف صاف تبلیغ تو تب ہوگی جب یقینی طور پرپتا ہو کہ وہ واقعی آیت ہی ہے اور وہ گناہ ہے جو اس آیت سے معلوم ہوا ہے لہذا کسی بھی چیز کی تبلیغ مشکوک ذرائع سے نہیں ہوسکتی مثلاً کسی مومن کو برا لقب دینا حرام ہے اور کوئی کسی مومن کو برے لقب سے پکار رہا ہے تو اسے آیت بتانا کافی نہیں ہے بلکہ اس آیت کو قرآن میں دیکھائے اسکی نقل معتمد نہیں نہ ہی اسطرح نصیحت ہوگی کیونکہ یہ ایک مشکوک ذریعہ ہے اور کیونکہ وہ غلطی سے معصوم نہیں ہے انسان غلطیوں کا پتلا ہے لیکن جس کے آگے آیت نقل کی ہوگی اس پر تفتیش و تحقیق کرنا فرض ہوگا کیونکہ انسانوں کو پورے قرآن پر ایمان لانے کا سختی سے حکم ہے اللہ کی ایک بات کا انکار بھی کفر و شرک ہے اور اسکے

نزدیک احتمال ہے کہ وہ نقل درست ہو اور وہ اس آیت جو اس نے پیش کی تھی اس سے کفر رہا ہو اسکی بحث آگے آئے گی بہرحال محض نقل کرنے سے نصیحت نہیں ہوتی تو خبر واحد اور نقل حجت کیسے ہوگئی اور یوں ہی نصیحت کرنا ہمارا فرض ہے لیکن نصیحت وہ ہی ہے جو یقینی ہو نصیحت کے لئے کسی کا محض آیت نقل کردینا کافی نہیں ہے بلکہ وہ قرآن میں دیکھائے کہ ایسی آیت کریمہ قرآن میں واقعی ہے تو نصیحت ہے، تو کیا کوئی فقیہ کوئی آیت پیش کرے اور اللہ کی کتاب کا حوالے دے دے اور تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آیت نقل کرنے میں کچھ غلطی ہوگئی تھی اگر تحقیق نہ کرتے تو سچائی کا یقین ہی نہیں ہوتا۔

ایک سوال: قرآن بھی نقل ہوکر ہم تک پہنچا ہے تو اس قاعدے کے مطابق اسے بھی حجت نہ مانا جائے!

جواب: ہم قرآن کو کلام اللہ اسوجہ سے مانتے ہیں کہ وہ معجزہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور معجزہ مفید یقین ہوتا ہے اور جس کو شک ہے وہ خود قرآن کو عدل و انصاف سے پڑھے اس کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ قرآن اس پوری کائنات کے خالق جو ماضی اور مستقبل کی باتوں اور انسان کی طبیعتوں کو اچھی طرح جاننے والا اور بہت سی ایسی صفات کا مالک ہے جو الوہی صفات ہیں جو صرف خدا میں ہوتی ہیں یہ اس ذات سے صادر ہوا ہے اور اس میں للکارا بھی گیا ہے کہ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہے تو اسکی مثل دوسرا قرآن لے آؤ اور اپنے ہم نظر لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لو اور ایسا ہی ہے اور اسکے علاوہ اور بھی بے شمار دلیلیں ہیں لیکن یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں تحریر ہیں مثلاً ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کی کتابیں اس موضوع پر مشہور ہے مؤثر ہیں خیر اس وجہ سے ہم نے قرآن کو کلام اللہ مانا ہے محض نقل یا کسی کے کہہ دینے کی بنیاد پر نہیں مانا۔

چوتھا اشکال: اللہ نے وحی چھپانے سے منع کیا ہے تو اگر ایک یا زیادہ لوگوں کی خبر قبول ہی نہیں تو اللہ کا منع کرنا فضول ہوگا۔

جواب: منع کرنا فضول نہیں ہے بلکہ چھپانا یہ ہے کہ زبانی کلامی آیت بتادو اور مطالبے پر آیت قرآن میں نہ دیکھایا جائے بلکہ وحی کا اظہار ہے ہی یہ کہ اسے قرآن میں دیکھایا جائے کہ وہ اس میں کہاں لکھی ہے تو جو زبانی کلامی آیت بتادے اور پوچھنے پر قرآن میں نہ دیکھائے جب کہ وہ دیکھا سکتا ہے تو وہ گناہگار ہے کیونکہ وہ وحی چھپارہا ہے۔ مشکوک ذریعے سے وحی کا اظہار نہیں ہوتا۔

پانچواں اشکال: اللہ نے ہمیں اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے جب کہ ہمیں یقین نہ ہو اگر نقل حجت نہیں ہوتی تو یہ حکم فضول ہے!

جواب: اللہ نے مومنین کو اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کفار کو حکم دیا ہے جب لوگ آیت نقل کرتے ہیں تو پوری نقل نہیں کرتے اب میں پوری آیت حوالے کے ساتھ نقل کروں گا ملاحظہ کریں اور اسے قرآن سے بھی دیکھیں وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل: 43) یعنی "اور ہم نے تجھ سے قبل صرف مردوں کو رسول بناکر بھیجا جنکی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے اگر تمہیں یقین نہ ہو تو اہل نصیحت سے پوچھ لو "توجہ کریں اس آیت میں سوال کرنے کا حکم ان منکرین کو ہے جو یہ نہیں مانتے ہیں کہ رسول مرد ہی ہوتا ہے کوئی فرشتہ نہیں تو سوال کا حکم مومنین کو نہیں ہے۔

منکرین کو بھی جو سوال کا حکم ہے اسکا یہ مطلب کہاں سے نکالا ہے کہ وہ زبانی کلامی جو بھی بات کہیں گے وہ مان لیں بلکہ اہل نصیحت الھامی کتاب سے دیکھائیں کہ پہلے کے رسول بشر و مرد تھے اس آیت سے بھی خبر واحد یا محض نقل کی حجیت ثابت نہیں ہوتی جبکہ ناقل خطا سے معصوم نہ ہو۔

چھٹا اشکال: کہتے ہیں جب حضرت موسی کو ایک شخص نے خبر دی کہ انکے قتل کا حکم جاری ہوگیا ہے تو حضرت موسی فرار ہوگئے معلوم ہوا انھوں خبر واحد کو معتمد مانا تب ہی تو فرار ہوئے ورنہ فرار نہ ہوتے۔

پہلا جواب: حضرت موسی نے صرف اسکی خبر پر یقین نہ کیا بلکہ اس پر عقلی قرائن موجود تھے جس سے وہ خبر ظنی سے قطعی ہوگئی تھی اسطرح کہ حضرت نے فرعون کے ایک ساتھی کا غلطی سے قتل کردیا تھا تو انھیں یہ اندازہ تھا کہ انھیں بھی قتل کیا جاسکتا ہے اور دوسرا یہ کہ انکا قاتل ہونا بھی آشکار ہوگیا تھا اور انھیں اسہی کا خوف تھا اور جب انھیں یہ خبر ملی تو انھیں یقین ہوگیا تو یہ مجرد خبر پر اعتماد نہیں بلکہ اپنے تحقیق کی بنیاد پر اعتماد ہے ۔

دوسرا جواب: حضرت موسی کو اسکی خبر واحد پر یقین نہیں تھا لیکن چونکہ انھیں اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے وہ احتیاطا فرار ہوگئے تھے کیونکہ احتیاط افسوس سے بہتر ہے۔

ایک سوال: اللہ نے پاکدامن عورت پر زنا کی تھمت لگانے والوں پر چار شھداء (یقینی خبر دینے والوں) کو پیش کرنا لازم کیا ہے تو یہ بھی تو خبر ہے جسے اللہ نے اس مقام پر حجت قرار دیا ہے تو اسکا کیا جواب ہوگا؟

جواب: اس مقام پر اللہ نے محض چار افراد لانا لازم نہیں کیا بلکہ چار شھداء یعنی چار ایسے افراد جو آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی خبر دے رہے ہوں انھیں لانا لازم کیا ہے قرآن میں شھداء کا لفظ ہے اور شھداء شھید کی جمع ہے شھید عربی میں اسے کہتے ہیں جو آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی خبر دے یعنی وہ زنا کا الزام لگانے والا مرد اپنے دعوے پر چار ایسے افراد لائے جو آنکھوں دیکھی خبر دیں کہ ملزمہ عورت زنا میں شامل تھی اور بغیر تحقیق اور قطعی قرائن سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ انہوں نے یہ واقعہ آنکھوں دیکھا ہے بھی یا نہیں ہے تو وہ چار لوگ شھداء بن ہی نہیں سکتے جب تک تفتیش سے اس بات کے سارے احتمالات ختم نہ ہوجائیں کہ وہ غلطی کررہے ہوں یا جھوٹ بول رہے ہوں تب وہ چار شھداء بنیں گے تو اس حکم میں بھی مجرد خبر پر اعتماد کو مشروع نہیں کیا۔

دوسرا سوال: علماء قرآن جو کتابیں لکھتے ہیں تاکہ امت کی اصلاح ہوسکے اور اس میں آیتیں لکھتے ہیں تو انکی خدمات تو بیکار ہوگئیں کیونکہ وہ بھی ایک خبر ہوتی ہے اور خبر و نقل اسلام کے مطابق حجت نہیں ہے اسلام سے اس پر اعتماد اور پیروی کو حرام قرار دیتا ہے !

جواب: نہیں بے کار نہیں ہوئیں کیونکہ وہ کتابیں پر دلیل ہوتی ہیں ان سے اصلاح امت اور نصیحت میں سھولت و آسانی پیدا ہوتی ہے جو آیت ایک عام انسان کے علم میں نہیں ہوتی یا کسی امر کا حکم اسکے علم میں نہیں ہوتا اور وہ پورے قرآن میں کہیں بھی ہوسکتا ہے تو

کتابوں میں ان چیزوں کو جمع کرکے پیش کردیا جاتا ہے اور حوالے بھی دے دیئے جاتے ہیں تاکہ قاری حوالوں سے قرآن کی طرف رجوع کرکے یقین کرلے اور اپنی اصلاح کرلیں اگر وہ کتاب نہ ہوتی تو ایک ایماندار شخص کو جو ابھی طالب علم ہے یا طالب علم بھی نہیں ہے ان آیتوں تک رسائی میں ایک عرصہ لگ جاتا اور ایک موضوع کی آیتیں جمع بھی نہیں ملتیں اور انکی عقلیں بیدار بھی نہیں ہوتیں یہ ان مومنین کی تحصیل علم کی کوششوں میں آسانی و سھولت کا ایک بڑا ذریعہ بنتی ہیں اور ان پر تحقیق کو واجب کردیتی ہیں کہ وہ اس مذکور حوالے پر قرآن کی آیت دیکھیں اور اپنی اصلاح کریں کیونکہ انھیں قرآن کی آیتوں پر ایمان لانے اور انکی پیروی کی پوری کوشش کرنی ہے تو ایسی اصلاحی کتابوں سے اس میں آسانی ہوتی ہے جسطرح یہ کتاب ہے جو آپ مطالعہ کررہے ہیں بیکار نہیں۔

ساتواں اشکال: حدیث رسول ہے کہ" میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو"کہتے ہیں اگر مجرد نقل حجت ہوتی تو یہ حکم نہ ہوتا!

جواب حدیث کو قرآن مجید سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ کی کتاب ہی حدیث کا ماخذ و منبع ہے اور اس میں آیت کی تبلیغ کا حکم ہے اور مشکوک ذریعے سے کسی بات کی تبلیغ نہیں ہوتی تبلیغ بالیقین ہی ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہی ہے کہ آیت قرآن میں دیکھائے زبانی کلامی آیت بتانا یقینی نہیں کہ صحیح آیت بتائی ہے یا غلط یا جھوٹ ہی بول دیا یا مجبوری میں جان بوجھ کر غلط آیت بتائی تو تبلیغ نہیں ہوگی۔

جب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ شک کی پیروی کرنا حرام ہے تو جب بھی کوئی آیت یا کوئی بات نقل کریں تو اسے چاہئے کہ وہ اس کتاب میں دیکھائے مثلاً آیت قرآن کے محققہ نسخے میں دیکھائے اسکے نقل پر اعتماد نہیں کیونکہ اسکی نقل قطعی و یقینی نہیں ہے۔

اجماع کے بارے میں بحث

فصل اجماع کے بارے میں

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے" اس امت کا رسول اللہ کے وفات کے بعد فروع دین پر متفق ہونا شرعاً حجت اور موجب عمل ہے یہ اس امت کی بزرگی کے طور پر ہے "اور کہا ہے کہ" اس معاملے میں معتبر فقھاء کا اجماع ہے عوام و متکلم و محدث جنھیں اصول فقہ کی کوئی بصیرت نہ ہو کا معتبر نہیں ہوگا"۔

(میں کہتا ہوں) سارے فقھاء کا کسی فروعی امر پر متفق ہونا شرعاً کسی دلیل سے دینی حجت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور سنت رسول سے اسکی بے انتہا مخالفت ثابت ہے اور کوئی اجماع کو حجت نہیں مانتا سوائے خواہش پرستوں کے یا غافل مجتھدین کے بلکہ فقھاء کی ایک بڑی اجماع کو حجت نہیں مانتی اور کسی غلط پر جمع ہوجانے سے وہ بات ٹھیک نہیں ہوجاتی اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ کے وفات کے بعد کبھی بھی کسی بھی فرعی مسئلہ پر فقھاء کا اجماع ثابت نہیں ہوا دنیا میں موجود ہر عالم کا کسی فرعی رائے پر جمع ہونا بلکل ایسا ہے جیسے سارے عالموں کو ایک کھانے پر ایک ہی وقت میں جمع ہونا لیکن حال یہ ہے کہ بہت سی کتابوں نے چند باتوں کے بارے میں

اجماع کے وقوع کا دعوی کیا ہے تو وہ دعوے بے بنیاد اور جھوٹے ہیں انکا کوئی قطعی ثبوت نہیں اور اگر ثبوت ہوتا بھی تب بھی وہ دین میں حجت نہیں ہوتا اب ہم اس باب میں دلائل قطعیہ سے بحث کریں گے۔

1) اللہ نے اجماع کو دلیل قرار نہیں دیا اور اجماع کو دلیل ماننا اللہ پر الزام لگانا ہے اور دین میں اضافہ کرنا اور تبدیلی کرنا ہے

{وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ} العنکبوت/68

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر الزام لگائے یا سچ کو غلط مانے جب وہ اسکے پاس آئے کیا جھنم میں کافروں کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

{وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ} المائدۃ/44

یعنی: اور جو بھی اس کتاب سے فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کی ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ} الحج/08

یعنی: اور بعض انسان ایسے ہیں جو اللہ کے معاملے میں بے دلیل قطعی بغیر کسی ہدایت اور واضح کتاب کے بحث کرتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ (النحل:116)

یعنی: اور یہ جو تمھاری زبانیں کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے یہ کہہ کر اللہ پر الزام مت لگایا کرو بے شک جو اللہ پر الزام لگاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا اللہ پر افتراء کرنا کفر ہے اللہ کی کتاب کے سوا کسی اور شیء سے فیصلہ کرنے والا کافر ہے اور اجماع کی حجیت اللہ کی وحی سے ثابت نہیں ہے لہذا اسے دین میں حجت ماننا کفر و شرک ہے۔

2) وإذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها آباءنا والله أمرنا بها قل إن الله لا يأمر بالفحشاء أتقولون على الله ما لا تعلمون (الأعراف: 28)

یعنی: اور جب وہ برائی کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم نے اپنے بڑوں کو اس پر پایا ہے اور اسکا حکم اللہ نے ہمیں دیا ہے کہہ دے اللہ برائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم لوگ اللہ پر ایسی بات کہتے ہو جسکا تمہیں یقین نہیں ہے۔

معلوم ہوا جب ہمارے بڑے کسی فکر و عقیدے پر ہوں تو اللہ کے نام پر انکی پیروی کرنا حرام ہے جب تک یقینی طور پر ثابت نہ ہوجائے کہ ہمارے بڑے حق پر ہیں۔دیکھ لیں اللہ نے اجماعی بات کی پیروی کا انکار کیا جب کہ اسکا یقینی طور پر حق ہونا ثابت نہ ہو صحیح غلط کی تحقیق ہوگی پھر اجماعی قول کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔

3) إنهم ألفوا آباءهم ضالين (69) فهم على آثارهم يهرعون (الصافات:70)

یعنی بے شک انھوں نے(نافرمانوں نے) اپنے اسلاف کو غلطی پر پایا تھا پھر وہ انکے نقش قدم پر بے ساختہ دوڑتے تھے۔

معلوم ہوا بھڑکتی آگ اور زقوم کے درخت اور اللہ کے عذابات کا شکار ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے اپنے اکابرین و اسلاف کو غلطی پر پایا تھا اور وہ لوگ انھی کے نقش قدم پر دوڑتے تھے لہذا اجماع اگر کسی غلط بات پر ہوگیا ہو تو اسکی پیروی کرنا جھنم میں جانے کا باعث ہوگا۔

4) قال مترفوها إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون (الزخرف : 23)

یعنی : اس(بستی) کے آسودہ حال لوگوں نے کہا بے شک ہم نے اپنے اکابرین کو ایک مذھب پر پایا اور ہم انکے نقش قدم کے پیروکار ہیں۔

5)) قالوا إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مهتدون (الزخرف : 22)

یعنی : انھوں نے کہا ہم نے اپنے اکابرین کو ایک عقیدے پر پایا اور ہم انکے نقش قدم کے مطابق ہدایت یافتہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ طریقے مشرکین اور لعنت ہے کہ کوئی کسی عقیدے و فکر کی پیروی صرف اسوجہ سے کرے کہ اسکے اکابرین اس پر جمع ہیں اور تحقیق نہ کرے کہ وہ نظریہ درست ہے بھی یا نہیں اور خود کو ہدایت یافتہ صرف اسوجہ سے مانے کہ وہ اپنے بڑوں کی بات کی تحقیق کئے بغیر ہی انکے ساتھ ہے۔

اشکال : اجماع کے عاشق کہتے ہیں کہ ہم کافروں کا اجماع قبول نہیں کرتے لہذا تم نے جو آیتیں پیش کی ہیں ان میں کافروں کے اجماع کی مذمت ہورہی ہے۔

جواب:ان آیتوں میں اللہ نے انکے اکابرین کو کہیں بھی کافر نہیں کہا بلکہ انھیں غلط عقیدے و باطل فکر کا حامل اور غافل قرار دیا اور حسن ظن کی بنیاد پر انکی پیروی کرنے کی مذمت کی تو ہم بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارے اکابرین اس قول کی وجہ سے غلطی پر ہونگے تو انکے عقیدے کی پیروی نہیں ہوگی اگرچہ وہ مومن ہوں اور اگر وہ صحیح فکر اور حق عقیدہ ہو تو وہ بات قبول ہوگی اور جب باپ دادا نے قرآن کے حکم کے خلاف اجماع کیا ہوا تھا تو اگر انھوں نے لاپرواہی میں ایسا کیا تو کافر ہوں گے اور اگر اجتھادی خطا کی وجہ سے غلط فھمی میں قرآن کے حکم کا انکار کیا ہو تو غافل ہوئے تو دونوں صورتوں میں غلط فھمی میں یا لاپرواہی میں قرآنی حکم کے منکر تھے اس عقیدے کی پیروی حرام و کفر ہوگی اور یہ جاننے کے لئے اکابر سچے تھے یا غلطی پر انکے عقیدے و فکر کی قرآن سے تحقیق کی جائے گی انکا عقیدہ قرآن کے خلاف ہو تو انکا عقیدہ کفریہ ہے اور وہ غلطی پر ہیں اور عقیدہ قرآن کے مطابق ہو تو تسلیم ہوگا لہذا یہ اشکال نہیں بنتا کہ یہ آیتیں صرف کفار اکابرین کے بارے میں ہے ان اکابرین کے بارے میں ہیں جو غافل ہوں اور پیروی حسن ظن کی بنیاد پر ہو اب مومن ہوں یا کافر یہ الگ بات ہے۔

6) إن شر الدواب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون (الانفال : 22)

یعنی : بے شک زمین پر چلنے اور رینگنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اندھے بھرے ہیں جو عقل استعمال نہیں کرتے۔

معلوم ہوا اپنے بڑوں پر آنکھیں بند کرکے اندھے بن جانا کہ فلاں عقیدے پر بڑوں کا اجماع ہے لہذا اسکی مخالفت نہیں ہوسکتی وہ قرآن میں تدبر کرکے اجماع کے غلطی یا درستی کو معلوم نہ کرے کہ اجماع صحیح بات پر ہوا یا غلط بات پر تو وہ اللہ کے نزدیک بدترین ہے۔

7) قالوا يا شعيب أصلاتك تأمرك أن نترك ما يعبد آباؤنا (هود : 87)

یعنی : انھوں نے کہا اے شعیب کیا تیرا دین تجھے یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اس عقیدے کو چھوڑدیں جسکی تابعداری ہمارے اکابر کیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا اللہ کے خلاف کسی اجماعی قول کو حسن ظن کی بنیاد پر ماننا حرام اور سنت کفار ہے تو جو قرآن کے خلاف اجماع سے دلیل لائے اور قرآن کے مفہوم کا انکار کرکے اس میں اجماع کے موافق معنی نکالے تو وہ کافر ہے۔

8) ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون (المائدة : 44)

یعنی : اور جو بھی اس کتاب سے فیصلہ نہ کرے اللہ نے اتاری ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔

اور جب ایسا ہے تو جو بھی اس اجماعی قول سے فیصلہ کرے اور قرآن سے نہ کرے یا قرآن اسکے خلاف بات کررہا ہو تو یہ فیصلہ کرنے والا کافر ہے۔

9) فلما جاءهم موسى بآياتنا بينات قالوا ما هذا إلا سحر مفترى وما سمعنا بهذا في آبائنا الأولين (القصص : 36)

یعنی : تو جب انکے پاس موسی صاف صاف بتانے والی دلیلیں لایا تو انھوں نے کہا یہ صرف کھلا جھوٹ ہے اور ہم نے اس بات کو اپنے پہلے والے اکابرین سے نہیں سنا۔

یہ ہی کام اجماعیوں کے ہیں جب انھیں قرآن کی آیت یا آیتیں پیش کریں تو کہتے ہیں یہ قول تو اسلاف سے منقول ہی نہیں ہے یا ہم نے تو اپنے علماء سے یہ نہیں سنا اور بہانہ کرکے خفیہ انداز سے گھما کر قرآن کے ظاہری معنی کا انکار کردیتے ہیں کیونکہ وہ معنی اسلاف کے خلاف تھا اور جب ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا جائے جو انکے اسلاف کے خلاف ہو تو اس میں دوسرا معنی تراش لیتے ہیں اور اسکے صاف سختی سے انکاری ہوجاتے ہیں یہ شرک کی بھیانک صورت ہے۔

10) ما سمعنا بهذا في الملة الآخرة إن هذا إلا اختلاق (ص : 07)

یعنی ؛ (کفار نے کہا) ہم نے اس بات کو آخری مذہب میں نہیں سنا یہ من گھڑت بات کے سوا کچھ نہیں ہے۔

معلوم ہوا یہ کفار کا طریقہ ہے کہ وہ حسن ظن کی بنیاد پر اجماع کو حجت و دلیل مانتے تھے اس کی بنیاد پر اللہ کی بات کا انکار کردیا کرتے تھے اور یہ کہتے کہ ہم نے تو یہ نہیں سنا جیسے کہ ہر سچ انھوں نے سنا ہے۔

11) إن أتبع إلا ما يوحى إلي (الانعام : 50)

یعنی (اے بندے کہہ دے) میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو وحی میری طرف پہنچائی گئی ہے۔

معلوم ہوا صرف وحی کی پیروی کرنا ہے اسکے سوا کسی کی پیروی نہیں ہے اور اجماعی قول وحی نہیں ہے اور جب اجماعی قول وحی قرآن کے خلاف آئے گا تو اسکی پیروی کرنا حرام ہوگا۔

12) اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء قليلا ما تذكرون (الأعراف : 03)

یعنی : جو کتاب تمہارے آقا کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی ہے اسکی پیروی کرو اور اسکے سوا دوسرے سرپرستوں کی پیروی مت کرو تم کم نصیحت لیتے ہو۔

13) ومن يشاقق الله ورسوله فإن الله شديد العقاب (الحشر : 04)

یعنی : اور جو بھی اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کرے گا تو بے شک اللہ سخت پکڑ والا ہے۔

14) فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم (النور : 63)

یعنی : تو جو لوگ اس (اللہ) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہئے کہ انھیں کوئی فتنہ پہنچے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے۔

15) ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين (النساء : 14)

یعنی : اور جو اللہ اور اسکے رسول کے خلاف جائے گا اور اسکے حدود کی پامالی کرے گا تو وہ اسے ایک آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسہی کے لئے تو ذلت کی سزا ہے۔

14) ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا (الأحزاب : 36)

یعنی : اور جو بھی اللہ اور اسکے رسول کے خلاف جائے گا تو وہ صاف گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

لہذا جو بھی اس اجماعی قول کی پیروی کرے گا جو اللہ کی کتاب جو رسول لائے اسکے خلاف ثابت ہو تو وہ کافر ہوگا یا آیت میں تدبر کو نظر انداز کرکے اس اجماعی قول کو مانے تو بھی کافر ہوگا اور ہمیشہ کے عذاب میں جائے گا بلکہ اسے یہ چاہئے اس اجماع کرنے والوں کو غافل و خاطی مانے اور انکی اصلاح کرے اور اللہ کی پیروی کرے جو اسکا اکیلا آقا و سرپرست ہے۔

یہ پورا قرآن نازل ہی اس لئے ہوا کہ انسان صرف اللہ واحد قھار کی پیروی کریں اور جو اسکے خلاف کسی کی پیروی کرے گا وہ عاصی ہے اور اسکی پیروی میں اللہ کی بات کا انکار کردے اور اسکے طرفداری میں اللہ کی آیت کا مفہوم تبدیل کردے تو وہ کافر ہے تو اس بات کے لئے دلیلیں نقل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ پورا قرآن ہی اسکی دلیل ہے۔

15) ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا (النساء : 115)

یعنی : اور جو بھی اللہ کے رسول کے خلاف جائے جب کہ ہدایت اس پر واضح ہوچکی ہو اور مومنین کے راستے کے سوا اور کی پیروی کرے تو ہم اسے اس سے پھیر دیں گے جس سے وہ پھرا ہے اور ہم اسے جھنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنا برا انجام ہے۔

اس آیت کے مطابق ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرکے مومنین کے راستے کے سوا کی پیروی کرے وہ جھنمی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اجماعی قول کی پیروی کرنا حرام ہے اور یہ مومنین کے راستے کی مخالفت ہے کیونکہ مومنین صرف وحی کی پیروی کرتے ہیں جو محمد رسول اللہ پر اتاری گئی اور خصوصا جب اجماعی قول اللہ کی وحی کے خلاف ہو تو یہ رسول کی مخالفت ہے اور راہ مومنین کو ترک کرنا ہے اور جھنمی ہونے کی سبب ہے۔

16) ولو شاء الله لجعلكم أمة واحدة ولكن يضل من يشاء ويهدي من يشاء (النحل : 93)

یعنی : اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک عقیدے پر جمع کردیتا لیکن وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اس طرح کی بہت سی آیتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں جو یہ شھادت دیتی ہیں کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا یہ اللہ کے اختیار میں ہے اسکا مالک اللہ ہے تو جو ہدایت اور گمراہیت کو اللہ کی ملکیت سے خارج مانے ان سب آیتوں کا منکر ہے اور اجماعی لوگ یہ ہی کہتے ہیں کہ سارے مسلمانوں کو اللہ گمراہ نہیں کرسکتا جب وہ کسی عقیدے پر جمع ہوں لہذا اب انکی بات بے دلیل تسلیم کرلی جائے حالانکہ اللہ جنھیں چاہئے گمراہ کرے۔ہدایت کسی کی جاگیر نہیں ہے کہ ان پر گمراہی نہیں آسکتی اللہ چاہے تو ساری انسانیت کو گمراہ کردے اور اسکے بعد آنے والوں کو ہدایت دے۔

17) الله يفعل ما يريد (البقرة : 253)

یعنی : اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

18) الله يفعل ما يشاء (ال عمران : 40)

یعنی : اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

19) إن الله يفعل ما يريد (الحج : 14)

یعنی : بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر اللہ چاہے تو سارے مسلمانوں کو غلطی میں بتلا کردے اور بعد والوں کو ہدایت دے دے تو جب یہ ممکن ہے تو سارے مسلمانوں کا کسی عقیدے پر جمع ہونا ان کے حقانیت کی دلیل نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ غلطی کا شکار ہوگئے ہوں لہذا شک اور بے دلیلی کی وجہ سے اسکی اتباع حرام ہے اس اجماعی قول کو دین کا حصہ ماننا کفر و شرک ہے اور جب اجماعی قول قرآن کے خلاف بات کررہا ہو تو اسکی اتباع حرام اور اسکا عقیدہ رکھنا کفر و شرک ہے۔

20) أولم يكفهم أنا أنزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم إن في ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون (العنكبوت : 51)

یعنی: (اے بندے) کیا انھیں یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تیری طرف کتاب اتاری ہے جو انھیں پڑھ کر بتائی جاتی ہے یقینا اس میں رحمت اور نصیحت ہے بات ماننے والوں کے لئے۔

معلوم ہوا نصیحت کے لئے اللہ کی کتاب قرآن ہی کافی ہے تو ہمیں اجماع کی کوئی ضرورت نہیں ہے اجماع کی تحقیق ہوگی اگر قرآن کے مطابق ہوگا تو تسلیم ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

21) لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (یوسف: 111)

ترجمہ: انکے واقعات میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے یہ کلام گھڑا نہیں جاسکتا بلکہ جو کتاب اس سے آگے کی ہے اسکی تصدیق کرتا ہے اور ہر بات کی تفصیل کرتا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تسلیم کرنے والوں کے لئے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہر بات کی تفصیل کردیتا ہے اور جب ایسا ہے تو اجماعی قول کی ہمیں ضرورت نہیں ہے جو اسکی ضرورت مانے وہ ان آیتوں کا منکر ہے اور اجماعی قول کو دلیل ماننا تو اور بھی بڑا کفر ہے۔

22) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (النحل: 89)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے مسلمین کے لئے۔

23) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: 89)

ترجمہ: اور ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر نصیحت کو صاف صاف بتادیا ہے تو اکثر انسان بس اندھیروں پر ایمان لائے۔

معلوم ہوا ہر نصیحت قرآن کریم میں صاف صاف ہے تو خارجی باتوں کی ضرورت نہیں۔

24) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: 38)

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ نہیں چھوڑا۔

معلوم ہوا اللہ نے جو بیان کرنا تھا سب کچھ تفصیل سے کتاب اللہ میں ذکر کردیا ہے تو اجماعی قول کی ہمیں ضرورت نہیں ہے جو اسکی ضرورت مانے وہ ان آیتوں کا منکر ہے اور اجماعی قول کو دلیل ماننا تو اور بھی بڑا کفر ہے۔

25) اهدنا الصراط المستقيم (6) صراط الذين أنعمت عليهم (الفاتحة : 07)

یعنی : ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے انکا راستے کی جنھیں ہدایت کی نعمت دی ہے۔

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ فقط اجماعی قول کی پیروی کرنا حرام ہے خصوصا جب وہ اللہ کی کتاب کے خلاف ہو کیونکہ یہ ہدایت نہیں ہے کفر کی گمراہی ہے اور نہ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا طریقہ ہے اور ہمیں انکے طریقہ پر چلنا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔

26) قل أفاتخذتم من دونه أولياء لا يملكون لأنفسهم نفعا ولا ضرا قل هل يستوي الأعمى والبصير (الرعد : 16)

یعنی : (اے بندے) کہہ دے تو کیا تم نے اسکے سوا اور سرپرست بنالئے ہیں جو بذات خود نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے کہہ دے کیا اندھا اور انکھیارا برابر ہوسکتا ہے !

27) أفحسب الذين كفروا أن يتخذوا عبادي من دوني أولياء إنا أعتدنا جهنم للكافرين نزلا (الكهف : 102)

یعنی : تو کیا کفار نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ میرے بندوں کو میرے سوا سرپرست بنالیں گے یقینا ہم نے کافروں کی ضیافت کے لئے جھنم تیار کررکھی ہے۔

28) مثل الذين اتخذوا من دون الله أولياء كمثل العنكبوت اتخذت بيتا وإن أوهن البيوت لبيت العنكبوت لو كانوا يعلمون (العنكبوت : 51)

یعنی : جنھوں نے اللہ کے سوا اور سرپرست بنالئے ہیں انکی مثال مکھڑی کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور یقینا سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے کاش کہ وہ یقین کرتے۔

29) ألا لله الدين الخالص والذين اتخذوا من دونه أولياء ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى (الزمر : 03)

یعنی : خبردار خالص اطاعت صرف اللہ کی ہے اور جنھوں نے اسکے سوا اور سرپرست بنالئے ہیں (کہتے ہیں) ہم انکی تابعداری صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے خوب قریب کردیں۔

30) أم اتخذوا من دونه أولياء فالله هو الولي (الشورى : 09)

یعنی : یا انھوں نے اسکے سوا اور سرپرست بنالئے ہیں تو اللہ ہی سرپرست ہے۔

31) قل أغير الله أتخذ وليا فاطر السماوات والأرض وهو يطعم ولا يطعم (الانعام : 14)

یعنی : (اے بندے) کہہ دے کیا میں غیر اللہ کو سرپرست بنالو وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کو بغیر سابقہ مثال کے تخلیق کرنے والا ہے وہ کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا۔

32) قل أغير الله أبغي ربا وهو رب كل شيء (الانعام : 164)

یعنی : (اے بندے) کہہ دے کیا میں غیر اللہ کو آقا بنالوں حالانکہ وہ سب کا آقا ہے۔

33) أفغير الله أبتغي حكما وهو الذي أنزل إليكم الكتاب مفصّلا (الانعام : 114)

یعنی : تو کیا میں غیر اللہ کو حاکم تسلیم کرلوں حالانکہ وہ ہی تو ہے جس نے تمہاری طرف تفصیل شدہ کتاب اتاری ہے۔

اسکے علاوہ بہت ساری آیتیں ہیں بلکہ پورا قرآن ہی ہے جو کہتا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو سرپرست مت بنالو سرپرست صرف اللہ ہے تو اللہ کے سوا سارے فقہاء کے فہم و قول کو حجت ماننا اسے حرف آخر ماننا کفر و شرک ہے اور خصوصا جب وہ اللہ کے خلاف غلط فہمی میں اجتھاد کررہے ہوں تو وہ تو بری ہوجائیں گے کیونکہ انھوں نے اجماع کی تقلید نہیں کی تھی اور بعد والے مریں گے کیونکہ انھوں نے انکے اجماع کی پیروی کی اور پوری چھان بین نہیں کی اور اسے بے دلیل قطعی حجت مانا یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ تو غلط ہو ہی نہیں سکتے اور اللہ کی بات سے اجماعی قول کے موافق مفھوم تراش لیا حالانکہ اللہ تو اسکے خلاف کہہ رہا تھا اسے نظر انداز کردیا اور کافر ہوگئے۔

34) والذين إذا ذكروا بآيات ربهم لم يخروا عليها صما وعميانا (الفرقان : 73)

یعنی : اور (رحمن کا تابعدار وہ ہیں) جنھیں جب انکے آقا کی آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے۔

اجماعی لوگ اللہ کی آیتوں پر بہرے اندھے ہوکر گرتے ہیں اسطرح کہ جب انھیں قرآن کی آیتیں پیش کی جاتی ہیں تو جب وہ مفھوم اسکے فقھیوں کے خلاف ہوتا ہے تو ان آیتوں سے اندھے بہرے ہوجاتے ہیں اور انکے اتفاق کی پیروی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجماع غلط نہیں ہوسکتا ہے اور آیت سمجھتے نہیں ہیں کہ ہمیں اجماع کے خلاف غلط بات سمجھ آرہی ہے یا ان آیتوں میں دوسرا مفھوم تراش لیتے ہیں کہ یہ اجماع کے خلاف نہیں ہے حالانکہ ان پر قرآن کی پیروی کرنا فرض تھا اسی پر ایمان لانا فرض تھا لیکن وہ ان آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور اپنے فقہاء یا سارے مسلمانوں کو قرآن پر فوقیت دیتے ہیں اور آیتوں سے اندھے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں غلط سمجھ آرہی ہے۔

35) أولئك الذين لعنهم الله فأصمهم وأعمى أبصارهم (23) أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها (محمد : 24)

یعنی : یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے پھٹکار کی ہے تو اس نے انھیں بہرہ کردیا ہے اور انکی آنکھوں کو اندھا کردیا ہے تو کیا وہ قرآن میں وغور وفکر نہیں کرتے یا انکے دلوں پر دلوں والے تالے ہیں۔

یہ اجماعی حضرات اجماع کے مقابلے میں اللہ کی کتاب سے اندھے و بہرے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ معنی و مفھوم اجماع امت کے خلاف ہے تو یہ لوگ لعنتی ہیں جب پوری تحقیق کئے بغیر لاپرواہی یا ہٹدھرمی میں ایسا کریں۔

36) صم بكم عمي فهم لا يرجعون (البقرة : 18)

یعنی : بہرے گونگے اندھے ہیں کہ رجوع نہیں کرتے۔

37) صم بکم عمي فهم لا يعقلون (البقرة : 171)
یعنی : بہرے گونگے اندھے ہیں کہ عقل استعمال نہیں کرتے۔
اجماعی لوگ اجماع فقہاء کے خلاف اللہ کی آیتوں سے اندھے بہرے ہو کر اجماعی قول سے رجوع نہیں کرتے اور کہتے ہیں وہ لوگ غلط ہو ہی نہیں سکتے یہ ہی کفر ہے۔
38) اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله (التوبة : 31)
یعنی : انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا آقا بنا لیا۔
فقہاء یا مسلمانوں کو اپنا آقا بنا لینا کہ جس عقیدے پر یہ جمع ہوگئے وہ ہی واجب الاطاعت اور تابعداری کے لائق ہے یہ ہی شرک ہے بلکہ یہ حق صرف اللہ کا ہے جو کہ انھوں نے کل فقہاء یا کل مسلمانوں کو دے دیا اگرچہ انکی بات اللہ کے خلاف ہو اور انکا گمان ہے کہ انکی بات اللہ کے خلاف نہیں ہو سکتی جسکی اللہ نے کوئی قطعی دلیل نہیں اتاری۔
39) اجماعی قول یقینی و قطعی طور پر حق نہیں ہوتا وہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور سچ بھی ہو سکتا ہے وہ یقینی و قطعی نہیں ہوتا لہذا اسکی پیروی حرام ہے اس پر براہین قاطعہ ہم پیش کر چکے ہیں خبر واحد کے باب میں۔
40) اجماع کو ماننے والوں کا دعوی ہے کہ جو اجماع نبی کریم کے زمانے میں ہوا ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ تو نزول وحی کا زمانہ تھا جس سے قطعی حکم نازل ہوجاتا تھا تو اس دعوے کے حساب سے اجماع وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی بات قرآن شریف سے ثابت نہ ہو اور ہر دینی بات قرآن مجید سے ثابت ہے تو ہمیں اجماع کی کوئی ضرورت نہیں۔

فصل طریقہ استدلال کے بارے میں

اس فصل میں ہے کہ " مجتہد پر درپیش مسئلہ کو کتاب اللہ سے تلاش کرنا واجب ہے پھر سنت رسول اللہ سے صریح نص یا نص کی دلالت سے جیسا کہ گذر چکا ہے کیونکہ نص پر عمل ممکن ہونے کی صورت میں رائے پر عمل کا کوئی راستہ نہیں ہے پھر جب مجتہد کے نزدیک دلیلیں متضاد ہو جائیں تو اگر آیتوں میں تضاد ہو تو سنت کی طرف مائل ہونگے اور اگر سنت میں تضاد ہو تو اقوال صحابہ اور قیاس صحیح کی طرف مائل ہونگے پھر جب مجتہد کے نزدیک دو قیاس بھی متضاد ہو جائیں تو وہ اندازہ لگائے گا اور ان دونوں میں سے ایک پر عمل کرے گا کیونکہ قیاس سے ہلکے درجے کی کوئی دلیل ہے ہی نہیں "۔

(میں کہتا ہوں) مجتہد یعنی " حق کی پوری تلاش کرنے والا " اور ہر بندے کو انسان ہو یا جن مومن ہو یا کافر یا غافل سب پر یہ تلاش واجتہاد فرض ہے تاکہ وہ حق حاصل کر سکے یہ ہی دین اسلام اور عقل کا قانون ہے کسی کو بھی غیر اللہ کی تقلید جائز نہیں سب مجتہد ہیں۔

(اور میں کہتا ہوں) مصنف نے مجتھدوں کا یہ جو طریقہ استدلال بتایا ہے اس طریقہ کو حنفی خود نہیں مانتے جب یہ اصول انکے مذھب کے خلاف جارہا ہو یعنی اس طریقہ استدلال سے انکے دین حنفی کے خلاف بات نکلتی ہو تو یہ حنفی کسی کے سگے نہیں ہیں بس اسکے سگے ہیں جو انکی مرضی کی بات بولے اور وہ بھی تب تک جب تک وہ انکی مرضی کی بات بولتا ہو یہ لوگ اپنے اسلاف تک کو لات ماردیتے ہیں جب ان سے انکے مذھب و مرضی کے خلاف مان صادر ہو تو یہ لوگ اپنے نفس کے مذھب پر ہیں۔

(اور میں کہتا ہوں) مصنف کا یہ بتایا ہوا طریقہ استدلال اللہ کی کتاب کے بہت زیادہ مخالف ہے ہم یہ پہلے ہی بار بار کثرت دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کرچکے ہیں ہدایت کے لئے کتاب اللہ کافی ہے حدیث رسول اسکے تابع و موافق ہوتی ہے اور یہ ہی سنت رسول ہے تو جب کتاب اللہ واضح و ظاہر اور ہدایت کے لئے کافی و شافی ہے اجماع و قیاس دلیل نہیں انکی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اللہ کے قول کے سوا کسی اور شیء کو حجت ماننا شرک ہے اور بار بار انھوں نے یہ کہا ہے کہ دلیلوں کے درمیان مجتھد کے نزدیک تضاد ہو تو یہ یاد رکھیں آیات میں کبھی بھی تضاد نہیں ہوسکتا اگر تضاد محسوس ہو تو اسے حل کریں یہ نہیں ہے ان آیتوں کو ترک کرے روایتوں کی طرف نہیں نکل جائیں گے جیسا منصف نے کہا ہے اور اگر کبھی مجتھد کو آیتوں کے درمیان اختلاف محسوس ہو تو وہ اختلاف نہیں بلکہ دو الگ الگ حکم ہوتے ہیں دونوں ہی برحق ہوتے ہیں موقع مناسب سے جو زیادہ بہتر ہو اس پر عمل فرض ہوتا ہے۔

بحث قیاس کے بارے میں

فصل قیاس کے بارے

اس فصل کے تحت اصول الشاشی میں ہے "قیاس شرعی یہ منصوص علیہ کے حکم کا غیر منصوص علیہ میں مرتب ہونا کیونکہ ان دونوں کی علت مشترک ہے پھر علت کی پہچان کتاب اللہ اور سنت اور اجماع اور قیاس سے ہوگی"۔

(میں کہتا ہوں) مصنف نے قیاس کے باب میں بڑی کج بحثی کی ہے کیونکہ پہلے انھوں نے قیاس کی تعریف کئے بغیر ہی اسکا حجت ہونا ثابت کرنا شروع کیا پھر اسکی شرائط بتائیں پھر قیاس کی تعریف کی کہ وہ ہے کیا حالانکہ کسی بھی شیء کو ثابت کرنے کے لئے اسے پہلے واضح کیا جاتا ہے کہ وہ ہے کیا، اس لئے ہم نے تعریف پر حاشیہ ڈال دیا اور باقی انکی دلیلوں کا جواب جو کہ شدید ضعیف اور پریشان استدلال کا شکار ہیں آگے دیں گے تو خیر پہلے ہم قیاس کی شرائط جو خود مصنف نے کیں ہیں اسے صفحہ قرطاس پر لائیں گے پھر یہ بیان کریں گے کہ یہ قیاس دین میں کچھ حجت نہیں بلکہ یہ کفر و شرک ہے بلا تحقیق لاپرواہی میں دین میں قیاس کرنے والا عند اللہ کافر و مشرک ہے تو قیاس فقھی کے قائل کفار مشرکین ہیں یا خطاکار فقیہ ہیں اور اصحاب رسول میں سے کسی سے بھی قیاس کو دلیل ماننا ثابت نہیں بلکہ رسول اللہ

اسکے منکر تھے قیاس کو دلیل ماننے کی ایجاد میرے خیال سے اصحاب رائے سے شروع ہوئی ہے یہ انکی پہلی فکری غلطی تھی جو بعد والوں نے تقلیدا قبول کرلی۔

قیاس کی شرائط بیان کرتے ہوئے مصنف کا کہنا ہے "پہلی شرط یہ ہے کہ قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہورہا ہو دوسری شرط ہے کہ قیاس کرنے سے نص کے کسی حکم میں تبدیلی نہ آرہی ہو تیسری شرط یہ ہے کہ قیاس سے حاصل ہونے والا حکم تعبدی نہ ہو یعنی اس منصوص علیہ کی علت نکالی جاسکتی ہو چوتھی شرط ہے کہ علت نکالنا حکم شرعی کے لئے بیان لغت کے لئے نہیں اور پانچویں شرط یہ ہے کہ جو بات معلوم کیا جارہی ہے وہ پہلے سے نص سے ثابت نہ ہو"۔

(میں کہتا ہوں) جب قیاس فقہی کی شرائط بیان ہوگئی ہیں تو ہم بتاتے ہیں کہ ہر قیاس اپنے شرائط پر نہیں اترتا لہذا ہر قیاس فقہی باطل اور کفر ہے۔

ہر قیاس میں پانچویں شرط نہیں پائی جاتی کہ مقیس کا حکم کسی نص سے ثابت نہ ہو حالانکہ ہر بات کا حکم نص سے بالعموم یا بالخصوص ثابت ہوتا ہے ہر حرام پر نص قرآنی وارد ہے اور جس پر حرمت کی نص وارد نہیں ہے اسکا حلال ہونا بھی نص سے ثابت ہے اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

ہر قیاس میں تیسری شرط بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ اللہ کا ہر حکم تعبدی ہے کسی حکم سے خود سے علت نہیں نکالی جاسکتی اسکی علت تو صرف اللہ کے علم میں ہے اور جس حکم کی علت اللہ خود بتاتا ہے وہ دوسرے حکم میں بھی موثر ہو یہ بے دلیل فیصلہ اور افترا علی اللہ ہوگا جو علت اللہ نے بتائی ہو وہ صرف اسی حکم میں موثر ہوتی ہے جس حکم کی علت اللہ نے اسے بنایا ہے باقی دوسری جگہ اس علت کے پائے جانے سے وہاں وہی حکم لاگو نہیں ہوگا کیونکہ اس علت کا اثر اللہ نے اسی حکم منصوص میں قائم کیا ہے کہیں اور نہیں اسکے لئے الگ نص کی ضرورت ہے مثلا اللہ نے روزے فرض کئے تاکہ مومنین متقی و پرہیزگار بنیں یہ روزے کی فرضیت کی علت بتائی گئی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ شیء جس سے تقوی و پرہیزگاری حاصل ہو وہ فرض ہوگئی کیونکہ اللہ نے تقوی کے حصول کی علت صرف روزے کی فرضیت میں موثر رکھی ہے۔

بعض اوقات جب اللہ کسی حکم کی وجہ بتاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہورہا ہوتا ہے کہ یہ ایک مستقل حکم ہے جو اپنے افراد کو عام ہے تو اس علت سے استدلال کرنا قیاس نہیں بلکہ نص سے اجتھاد کرنا ہے مثلا اللہ نے خنزیر کے گوشت کو حرام کیا اور وجہ بتائی کہ وہ ناپاک ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ناپاک شیء حرام ہے یہ ایک مستقل حکم کے طور پر بتایا گیا ہے تو اس کی بنیاد پر ہر ناپاک شیء کو حرام کہا جاسکتا ہے لیکن بعض جگہ علت جو اللہ نے بتائی ہوتی ہے وہ مستقل حکم کے طور پر نہیں ہوتی لہذا وہاں دوسرے احکام اس سے ثابت نہیں کرسکتے اس علت کی تاثیر وہیں تک محدود رہے گی۔

ہر قیاس میں پہلی شرط نہیں پائے جانے کا امکان ہوتا ہے کہ جو قیاس سے معلوم ہو وہ نص کے خلاف ہو اور قیاس کرنا نص کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ ہر حکم شرعی پہلے سے ہی نص سے بالعموم اور بالخصوص ثابت ہے تو پھر قیاس کرکے اکثر اس نص کے خلاف بات حاصل ہوجاتی ہے اور پتا بھی نہیں ہوتا۔

قیاس کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے اس حکم کو ظاہر و واضح کیا جائے جو پوشیدہ نصوص میں پوشیدہ ہے یہ ہی اہل قیاس کا دعوی ہے یہ کفریہ عقیدہ ہے کیونکہ اللہ کا حکم پہلے سے ہی واضح و ظاہر ہے جیسا کہ پورے قرآن مجید میں اللہ یہ دعوی بار بار کرتا ہے تو قیاس کرکے اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں اللہ نے فرمایا شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان(البقرة : 185) یعنی " ماہ رمضان جس میں قرآن کو اتارا گیا ہے جو انسانوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی صاف و واضح دلیلوں پر مشتمل ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے " وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝(النحل: 89) ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے مسلمین کے لئے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔(النور: 54) ترجمہ: اور اللہ کے پیامبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں۔ وكذلك أنزلناه آيات بينات وأن الله يهدي من يريد (الحج : 16) یعنی " اور یوں ہی ہم نے اسے واضح و صاف آیتوں کی صورت میں اتارا اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے " لقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر (القمر) یعنی " ہم قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر چکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے " فإنما يسرناه بلسانك لتبشر به المتقين وتنذر به قوما لدا (مريم : 97) یعنی " تو ہم نے اسے صرف تیری زبان میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ تو اس سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دے اور اس سے جھگڑالو قوم کو ڈرادے " مزید دلیلوں کے لئے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں اور اس قسم کے دلائل ہم نے اپنی کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث میں جمع کئے ہیں۔

اہل قیاس کی دلیلوں کے جوابات

اصول الشاشی میں جو دلیلیں ہیں انکے جوابات دیکھیں :

1) سول اللہ نے معاذ بن جبلؓ کو جب یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو معاذؓ کو بلا کر پوچھا کہ بتاؤ معاذ کوئی قضاء درپیش ہو جائے تو کس طرح اس سے نمٹو گے؟ عرض کیا یارسول اللہ ! کتاب اللہ کی روشنی میں، آپ نے پوچھا کہ کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے تو؟ جواب دیا سنتِ رسول میں تلاش کروں گا، آپ نے پھر معلوم فرمایا کہ سنت میں اس کی صراحت نہ ملے تو کیا کروگے؟ دست بستہ عرض کیا کہ یارسول اللہ مقدور بھر اجتہاد کروں گا، اپنے فرستادہ معاذؓ کے اس موفق جواب پر فرطِ مسرت میں آپ نے ان کے سینہ پر دستِ شفقت رکھا اور حمدوثنا کے ساتھ ان کے طرزِ اجتہاد کی تصویب فرمائی۔

یہ روایت من گھڑت ہے کیونکہ قرآن مجید کے خلاف ہے اور کفر و شرک ہے رسول کفر نہیں کرواتا اور نہ وہ بدعقیدہ ہوتا ہے اور یہ روایت محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے جس کو محدث ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تلخیص الحبیر میں بھی بیان کیا ہے بخاری نے کہا یہ روایت درست نہیں ہے اور یہی بات ابن حزم ظاہری نے کی ہے۔

2) "ایک خثعمیہ کی عورت رسول اللہ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد بہت ہی بوڑھے ہیں اور حج نے انھیں پا لیا ہے اور وہ سفر پر قادر نہیں ہیں تو کیا میں انکے طرف سے حج کرسکتی ہوں تو رسول نے کہا تیری کیا رائے ہے اگر تیرے والد پر کوئی قرض ہوتا پھر تو اسے ادا کرتی کیا یہ تمہارے لئے صحیح ہوتا تو اس نے کہا کیوں نہیں تو اللہ کا قرض زیادہ حقدار ہے "۔

جس شخص نے اس روایت کو گھڑا ہے اس نے اس میں بڑی غلط کردی اسطرح کہ اس عورت نے کہا میرے والد بہت بوڑھے ہیں سفر کی طاقت نہیں رکھتے تو کیا میں انکے طرف حج کرسکتی ہوں حالانکہ جب انسان حج کے سفر کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ استطاعت ہی نہیں رکھتا تو اسکے طرف سے حج کرنا اور رسول اللہ اسے والد کا قرض قرار دینا کیسے ممکن ہے کیونکہ وہ حج تو اسکے باپ کی ذمہ پر تھا ہی نہیں تو قرض کیسا ! کہتے ہیں جھوٹ کا سر پیر نہیں ہوتا ۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کا عمل کسی کی طرف سے کافی نہیں ہوتا جو شیء جس پر فرض ہے وہ ہی ادا کرے گا کوئی دوسرے کی طرف سے صلوۃ ادا نہیں کرسکتا کوئی کسی کی طرف سے زکات نہیں دے سکتا نہ ہی کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کی طرف سے قتال کرسکتا ہے جب وہ فرض ہوجائے یہ اصول دین ہے جو عبادت جس کو اس عبادت کا حکم ہے وہ بس اسی پر فرض ہے اور یہ روایت اس اصول دین کے مخالف ہے لہذا مردود اور من گھڑت ہے اور اللہ نے یہ بھی فرمایا وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ (النجم :39.40) ترجمہ: اور یہ کہ جو انسان نے کوشش کی ہوگی اسکے لئے اسکے سوا کچھ نہ ہوگا اور یہ کہ اسکی کوشش عنقریب دیکھائی جائے گی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (البقرۃ: 141) ترجمہ: جو اس قوم نے کمایا وہ انھی کے لئے ہے اور جو تم نے کمایا وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرۃ: 286) ترجمہ: جو اس نفس نے کمایا وہ اسی کے لئے ہے اور جو گناہ اس نے کمایا اسکا وبال بھی اسی پر ہے۔

اور تیسرا جواب اس میں ہے کہ رسول اللہ نے دین کے خلاف قیاس کیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا فرض ادا کردے یہ کفر و شرک ہے اور کفر کا درس دیا یہ بالاتفاق ممنوع و حرام ہے لہذا یہ روایت تسلیم نہیں۔

3) روایت میں ہے کہ رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہی تو ہے۔

اصول الشاشی میں ہے کہ یہ رسول نے قیاس کیا تو ہم وہی جواب دیں گے اول تو یہ قیاس نہیں ہے بلکہ مثال دے کر سمجھایا جارہا ہے کہ اصول دین ہے کہ جسم کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا تو ذکر یعنی مرد کی اگلی شرمگاہ بھی جسم ہی ہے اس کو ہاتھ لگانے سے کیسے ٹوٹ جائے گا یہ قیاس نہیں ہے بلکہ اصول دین کے عموم سے استدلال ہے کہ ذکر بھی جسم کے عموم میں شامل ہے دور دور تک اسکا قیاس فقہی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

باقی قیاسیوں کے استدلالات سارے ایسے ہی اندھی تکے والے ہیں کوئی مضبوط استدلال نہیں ہے۔ الشاشی میں ابن مسعود کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے قیاس کیا تو اس قول کا ابن مسعود سے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اور اگر انھوں نے کیا بھی ہے تو اسکا جواب ان سے لیا جائے اللہ کے سوا کسی کا قول حجت ماننا کفر و شرک ہے اور رسول تو بس پیغام لانے والے ہیں۔

فصل اصطلاحات فقہ کے بارے میں

اس فصل کے تحت ہے "فرض اسے کہتے ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شک نہ ہو اسکا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل و اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور وجوب اسے کہتے ہیں جو اس دلیل سے ثابت ہو جس میں شک ہو جیسے موؤل آیت یا خبر واحد اور سنت کا مطلب رسول اللہ اور یا انکے اصحاب کا مقبول طریقہ ہے اسکا حکم یہ ہے کہ انسان سے اسکے احیاء کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کے ترک پر ملامت کی جائے گی جب وہ معذور نہ ہو اور نفل یعنی جو فرائض و واجبات پر اضافی ہو اور اسکا حکم یہ ہے کہ اسے کرنے پر ثواب ہے اور اسکے ترک پر پکڑ نہیں اور نفل و تطوع ایک ہی شیء ہے"۔

(میں کہتا ہوں) مصنف نے اپنے اس کلام میں فرض اور واجب میں فرق کیا ہے اور واجب کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وہ حکم ہے جو شک والی دلیل سے ثابت ہوتا ہے یہ باطل ہے کیونکہ مشکوک پر شبہ شیء سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے دلیل کہہ سکتے ہیں بلکہ شک پر عمل کرنا حرام ہے جیسے کہ ہم پہلے ہی باب الاجماع اور دیگر مقامات پر آیات قرآنیہ نقل کر چکے ہیں تو واجب کچھ نہیں ہوتا ہر وہ شیء جو مشکوک و مظنون ہو وہ حق کا فائدہ نہیں دیتی ہاں اگر واجب لغوی معنی میں استعمال کریں جیسا کہ استعمال ہوتا بھی ہے تو ٹھیک ہے اس وقت واجب مطلب ضروری ہوگا اور آیت کی تاویل من جانب اللہ قرآن مجید میں ہو چکی ہیں وہ قطعی ہیں ظنی نہیں۔

۱۲/۱۴۴۵ الربیع الاول و فیہ اتم المفتقر ظھیر الدین بن ذاکر الدین الی ربہ المقتدر ھذا الکتاب حواشی مدللۃ علی اصول الشاشی اصول دین الحنفیۃ بعون اللہ العلی تعالی عن کل عیب و ردئ و سمیتہ «تصفیۃ اصول الشاشی» ربنا زدنا علما و تقبل عنا ھذا السعی و زادنا نفعا بہ یوم الدین ولک الدین الخالص و سبحانک ربنا ولک العزۃ جمیعا الحمد للہ رب العلمین وسلام علی المرسلین